حیات معصومین (ع) ۴

علیه السلام

حضرت امام حسن

نام کتاب : حضرت امام حسن علیہ السلام
مترجم : سید مجتبیٰ قاسم رضوی
ناشر : سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی (شعبۂ ترجمہ و اشاعت)
سال طبع : شعبان المعظم ۱۴۱۸ہجری
ISBN 964-472-094-6

فہرست

عرض ناشر

حضرت رسول اکرمؐ اور ائمۂ معصومین علیھم السلام کی پاکیزہ حیات ہر عہد و عصر کے انسانوں کے لئے بہترین سر مشق اور نمونہ حیات ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جسکی حکایت قرآن کریم بھی کرتا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (احزاب/۲۱) پیغمبر اکرمؐ اور ائمۂ معصومینؑ کے علاوہ قرآن حکیم، حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کی طیّب و طاہر حیات کو بھی بنی نوع انسان کے لئے نمونۂ عمل قرار دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم و الذین معہ" (ممتحنہ۔۴)

در حقیقت ایک مکتب فکر اس وقت تک محکم و پائیدار نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے دل میں اپنی جگہ نہیں بنا سکتا، اگر اس میں کوئی آئیڈیل یا نمونۂ عمل نہ ہو. اس روشن حقیقت سے نہ صرف دینی مکاتب فکر آگاہ ہیں بلکہ اس کی اہمیت سے بے دین اور الحادی مکاتب فکر بھی نہ صرف آشنا ہیں بلکہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور نسلوں و قوموں کو انہی ہتھکنڈوں سے گمراہ کرتے ہیں اور آج الحادی دنیا اس روش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

ثقافتی و تہذیبی شبخون کے ذریعہ قوموں ، تہذیبوں اور جوان نسلوں کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی.

ہم جو کہ مسلمان ہیں اور قرآن کریم کے دستور پر عمل کرتے ہیں اور قرآن ہمیں "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کے ذریعہ انسانیّت بلکہ پوری خلقت کے بہترین نمونوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے. اور ان کی زندگیوں کو اپنے لئے نمونہ حیات بنانے کی تاکید کرتا ہے. اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت آدمؑ سے صبح قیامت تک مردوں کی صنف میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور ائمۂ طاہرین علیہم السلام اور عورتوں کی صنف میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جیسی شخصیتوں کی کوئی مثال نہیں ہے تو ہمیں چاہیے کہ ان ذوات مقدسہؑ کی زندگیوں سے آگاہی حاصل کریں اور ان کے کردار سے خود کو مزین کریں.

زیر نظر کتاب حضرت امام حسن علیہ السلام کی حیات طیّبہ کا ایک مختصر اور مفید خاکہ ہے. امید ہے کہ اہل ایمان اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دنیا و آخرت کو روشن و تابناک بنالیں گے.

مقدمہ

خانہ نبوت ، سرچشمۂ رسالت ،فرشتوں کی رفت و آمد کی منزل ، نزول وحی کا مرکز اور نور ہدایت کی جلوہ گاہ ،اسی لائق تھا اور ہے کہ اس کی آغوش میں عالم انسانیت کی عظیم و بے مثال شخصیتیں پرورش پائیں اور اپنے درخشان کردار اور عمل سے انسانی معاشرہ کی راہنمائی کریں.

دنیا کا یہ بظاہر حقیر اور در حقیقت بلند مرتبت اور والا مقام گھر، جس کے ایمان و یقین کے انوار بکھرے اور جس کی حکمت کی خوشبو سے مشام انسانی معطر ہوا اور جس کے خالص الٰہی افکار انسانی طبیعت کو جاودان کرگئے، اگر صفحۂ ہستی پر وجود نہ پاتا تو ظلم و ظلمت ، تاریکی و جہالت ، بدکرداری اور بربریت کے خلاف جد و جہد اور جہاد کے لیے انسانوں کے پاس کوئی اسوہ و نمونہ موجود نہ ہوتا.

یہ گھر وہ گھر ہے کہ جس کی مخالفت سراسر خدا اور اسلام کی مخالفت ہے اور جس نے ان کے اوپر نظریں اٹھائیں خدا نے اسے ذلیل کر دیا.

یہ وہ گھر ہے جس کی طہارت و پاکیزگی اور نجابت و شائستگی کی ضمانت

خود خدا نے اپنے ذمہ لی ہے۔ رسول اکرمؐ نے اس گھر کی بنیادیں مستحکم کی ہیں اور اسی سے اسلام اور انسانی کمالات کی کرنیں پھوٹ کر سارے عالم کو منور کر رہی ہیں۔

اگرچہ یہ حضراتؑ، ہماری ہی طرح کھاتے پیتے اور زندگی بسر کرتے تھے لیکن یہ ہر زمانہ اور ہر عصر کے لئے کردار و عمل، ایمان و یقین، اخلاص و بندگی، دیانت و درایت، امانت و سخاوت، شجاعت و شہادت کے بے مثال نمونہ بن گئے یہی اولیائے خدا اور دنیا میں اس کے منتخب بندے ہیں۔ علم الٰہی میں یہ بات آچکی تھی کہ یہ حضراتؑ ایسے ہوں گے اسی لئے اس نے انھیں اسلام کے رہبر اور حافظان دین کی حیثیت سے منتخب فرمایا۔

حضرت امام حسنؑ کی پاکیزہ زندگی اسلام کی راہ میں اور خدا کے لئے خالص پیکار و جہاد سے بھری ہوئی ہے آپ نے اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ، پدرگرامی علی مرتضیٰؑ کے زمانے اور خود اپنے عہد میں الحاد و نفاق کو ہر جگہ شکست دی آپ کی سیاسی زندگی موجودہ زمانے میں بھی امت اسلامیہ کے لئے کامیابی کا رمز و راز ہے۔

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

«قل لااسئلکم علیہ اجراً الاالمودۃ فی القربیٰ» (شوریٰ آیۃ۲۳).

اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابتداروں کی محبت کے سوا کوئی اور صلہ نہیں چاہتا.

«قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من سرہ ان ینظر الی سید شباب اھل الجنۃ فلینظر الی الحسن بن علی علیہ السلام»

جو شخص سردار جوانان بہشت کے دیدار سے فیضیاب ہونا چاہتا ہے وہ امام حسن ابن علی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھ لے.

«الحسن و الحسین امامان قاما او قعدا»

حسنؑ اور حسینؑ دونوں امام ہیں چاہے جنگ کریں یا صلح کریں.

شرافت و پاکیزگی کا گھر

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ کی شادی خانہ آبادی :

اصحاب رسول خداؐ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے شادی کی درخواست حضرت نبی کریمؐ کی خدمت میں پیش کرنے میں ایکدوسرے پر سبقت کر رہے تھے کیونکہ وہ لوگ نبی کریمؐ کی نظر میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی جو منزلت اور اہمیت سے .بخوبی آگاہ تھے اس لیے کہ وہ جگر گوشہ رسول خداؐ تھیں اور دنیا کی تمام عورتوں کی سردار تھیں لیکن رسول خداؐ اصحاب کی اس درخواست کو رد کردیتے تھے.

ایک روز حضرت علیؑ کو بھی اس قضیہ کی خبر ملی کہ اصحاب نے رسول خداؐ کی خدمت میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا سے شادی کی درخواست پیش کی تھی لیکن رسول خداؐ نے انکی درخواستوں کو مسترد کردیا تھا حضرت علیؑ نے بھی قلباً محسوس کیاکہ وہ بھی حضرت رسول خداؐ کے پاس جناب

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے شادی کی درخواست لے کر حاضر ہوں۔

لیکن اس سے پہلے کہ حضرت علیؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہونیکی اجازت طلب کرتے اور اپنی قلبی خواہش کا اظہار پیغمبر خداؐ کے سامنے کرتے ، حضرت جبرئیل امینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پیغام خداوند کریم سے آنحضرتؐ کو آگاہ کیا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو حضرت علیؑ کے عقد میں لے آئیں خداوند کریم کا حکم نبی اکرمؐ پر وحی کی صورت میں اس طرح سے نازل ہوا تھا یا محمد ان اللہ تعالی یقرا علیک السلام و یقول لک ان قد زوجت فاطمة ابنتک من علی ابن ابی طالب فی الملاء الاعلیٰ فزوجها منه فی الارض

اے محمدؐ خداوند کریم آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی دختر نیک اختر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا عقد آسمان پر علیؑ کے ساتھ کر دیا ہے آپ بھی روئے زمین پر ان ازدواجی مراسم کو ادا کردیں۔

حضرت رسول خداؐ جناب ام سلمہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علیؑ نے دروازہ پر دستک دی حضرت رسول خداؐ نے اندر آنیکی اجازت دیدی مولائے کائنات اندر تشریف لے آئے رسول خداؐ نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اس سے قبل کہ حضرت علیؑ لب کشائی فرماتے حضرت رسول خداؐ نے فرمایا انی اریٰ ان اتیت لحاجةٍ فقل حاجتک و ابد ما فی نفسک و کل حاجة لک عندی مقضیة۔

میں سوچ رہا ہوں کہ تم کسی کام سے یہاں آئے ہو اپنی حاجت کو بیان کرو اور جو تمہارے دل میں پوشیدہ ہے اس کا اظہار کرو میں تمہاری تمام حاجتوں کو پورا کروں گا.

جب حضرت علیؑ نے اپنے محبوب رہبر (رسول خداؐ) کو اپنی خواہش سے آگاہ کردیا تو بنی اکرمؐ کے چہرے سے خوشی کے آثار آشکار ہونے لگے اور آپ اپنی جگہ سے اٹھے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام االلہ علیھا کو اس خبر سے آگاہ کر سکیں تاکہ اس کے ذریعہ سے اسلام کا ایک قیمتی مسئلہ یعنی رضایت طرفین (مرد و عورت کا راضی ہونا) کو ازدواج سلسلہ میں تاکیدی طور پر قرار دے سکیں.

رسول خداؐ نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا سے فرمایا.

انّ علی بن ابی طالب ممن قد عرفت قرابته و فضله و اسلامه و قد ذکر من امرک شیئاً فما ترین.

تم اس قربت اور نزدیکی کو جو میرے اور علیؑ کے درمیان پائی جاتی ہے اور ان کی فضیلت اور ان کا اسلام سے لگاؤ وہ بھی تم پر پوشیدہ نہیں ہے وہ تمہاری خواستگاری کیلئے آئے ہیں اس سلسلے میں خود تمہاری مرضی کیا ہے.

شرم و حیا نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کا حصار کرلیا اور آپ نے سکوت اختیار کرلیا رسول اکرمؐ نے غور سے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے چہرے کو دیکھا اور وہ آثار رضایت جو انکے چہرے سے آشکار ہورہے تھے انکو

پڑھ لیا. حضرت نبی اکرمؐ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے دل کی گہرائیوں سے اس جملہ کی تکرار کی.

"اللہ اکبر سکوتھا اقرار ھا، اللہ اکبر"

فاطمہ کا سکوت ان کے اقرار کی علامت ہے.

حضرت رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"فھل معک شی . ازوجک بہ؟"

کیا شادی کیلئے (یعنی شادی کے مصارف کے لئے) کوئی چیز آپ کے پاس ہے؟.

حضرت نبی کریمؐ اپنے اس فرمان کے ذریعہ آنے والی نسلوں کو اسلام کا ایک بڑا نورانی درس دے رہے تھے کہ مرد حق اپنی زوجہ کی مہر ادا کرنے کے ساتھ ہی خاندان کی سرپرستی اور اس کی اقتصادی تکمیل کو پہلی عملی شکل دیتا ہے.

لیکن علیؑ کے پاس مال دنیا میں سے صرف تین چیزیں موجود تھیں تلوار، اونٹ جو پانی کھینچنے کے کام میں آتا تھا اور ایک جنگی زرہ جس وقت امیر المؤمنینؑ نے ان چیزوں کے بارے میں رسول خداؐ کی خدمت میں ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا،

اما سیفک فلا غنی بک عنہ ، تجاھد بہ فی سبیل اللہ و تقاتل بہ اعداء اللہ ، و ناضحک تنضح بہ علی نخلک و اھلک ، و تحمل علیہ رحلک فی سفرک.

تلوار کی تم کو ہمیشہ ضرورت ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے راہ خدا میں دشمنان خدا سے جنگ کر سکو اور اونٹ کی تمہیں اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے کھجور کے باغ میں سینچائی کر سکو اوراپنے خاندان کو سیراب کر سکو اور دوران سفر جو سامان سفر ہے اس کو اسی (اونٹ) پر لاد سکو.

اس طرح سے نبی خداؐ نے تلواراور اونٹ فروخت کرنے حضرت امیرالمؤمنینؑ کو منع کر دیا لیکن زرہ کو بیچنے سے منع نہیں کیا اس زرہ پہلے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو بخشی تھی تا کہ اس کے ذریعہ دشمنوں کے حملہ سے محفوظ رہ سکیں علیؑ نے زرہ فروخت کردی اور اس کی قیمت کو.جہیز مہیا کرنے کےلیے حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے وہ رقم حضرت بلال اور حضرت سلمان اور حضرت ام سلمہ کو دے دی تا کہ اس سے جناب سیدہؑ کے لئے سامان ، عطر اور لوازمات خانہ خریدیں ان تین افراد نے جن چیزوں کو خریدنا چاہئے تھا خرید کر آمادہ کیا جناب سیدہؑ کا.جہیز بہت ہی سادہ تھا ، حضرت رسول خداؐ چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے اس ازدواج سے تمام مسلمان آگاہ ہوجائیں لہذا آپ نے اصحاب کے ایک گروہ کو مدعو کیا تا کہ شادی کے اس مبارک موقع پر اور اس عقد میں شرکت کریں.

انس سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے اس مراسم عقد میں اس طرح سے

ارشاد فرمایا:-

الحمد لله المحمود بنعمته، المعبود بقدرته ، المطاع بسلطانه، المرهوب من عذابه و سطواته، النافذامره فی سمائه و ارضه ، الذی خلق الخلق بقدرته ، و میزهم باحکامه ، و اعزهم بدینه ، و اکرمهم بنبیه محمد صلی الله علیه و آله وسلم ان الله تبارک اسمه و تعالت عظمته ، جعل المصاهرة نسباً لاحقاً و امراً مفترضاً ، اوشج به الارحام، و الزم الانام ، فقال عز من قائل ، و هو الذی خلق من الماء بشراً فجعله نسباً و صهراً و کان ربک قدیراً ، فامر الله یجری الی قُضائه و قضاؤه یجری الی قدره ، ولکل قضاء قدر ، ولکل قدر اجل و لکل اجل کتاب ، یمحو الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب ، ثم ان الله تعالی امرنی ان ازوج فاطمة بنت خدیجه من علی بن ابی طالب ، فاشهدوا انی قد زوجته علی اربعماة مثقال فضة، ان رضی بذلک علی بن ابی طالب ، ثم دعا بطبق من بسر فوضعت بین ایدینا ثم قال انتهبوا فبینما نحن ننتهب اذ دخل علی رضی الله عنه علی النبی صلی الله علیه و آله وسلم فتبسم النبی صلی لله علیه و آله وسلم فی وجهه ثم قال ، ان الله قد امرنی ان ازوجک فاطمة علی اربعماة مثقال فضة ان رضیت بذاک ، فقال قد رضیت بذلک یا رسول الله قال انس ؛ فقال النبی صلی الله علیه و آله و سلم جمع الله شملکما و اسعد جدکما و بارک علیکما و اخرج منکما کثیراً طیباً قال انس ، فو الله لقد اخرج منهما الکثیر الطیب ،

تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں کہ جو اپنی تمام نعمتوں کی وجہ سے قابل

تحسین ہےاور جسکی بے انتہا قدرت کی وجہ سے پرستش کی جاتی ہے اور جسکے تسلط اور قبضہ کیوجہ سے اطاعت کی جاتی ہے اور جسکے عذاب اور سطوت سے تمام عالم بشریت ڈرتا ہے اور اسکا فرماں آسمان و زمیں دونوں جگہوں پر جاری رہتا ہے جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوقات کو خلق کیا اور اپنے احکام کے ذریعہ ان سب کو ایک دوسرے سے جدا کردیا اور اپنے دین کے ذریعہ ان کو عزت بخشی اور اپنے نبی محمدؐ کو بھیج کر ان لوگوں کو قابل احترام بنایا خداوند کریم نے خاندانی رابطہ کو قرابتداری کا سبب قرار دیا اور نزدیکی کا سبب قرار دیا لیکن اس کو واجب قرار نہیں دیا اور اسی خاندانی رابطہ کیوجہ سے مختلف رنگ وروپ کے لوگوں کو ایک دوسرے سے ملادیا قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے کہ: وہ خدا جس نے تمام انسانوں کو پانی (نطفہ) سے پیدا کیا اور آپس میں ایکدوسرے کا قرابتدار قرار دیا اور تمہارا پروردگار بہت ہی توانا اور قوی ہے خداوند عالم کا حکم اس کی قضا سے متصل ہے اور اسی قضا قدر میں تبدیل ہوجاتی ہے ہر قضا کیلئے قدر ہے اور اسی طرح سے ہر قدر کیلئے قضا ہے اور ہر چیز کی مدت لکھی ہوئی ہے اور خدا جس چیز کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہےاور جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور اصل کتاب (لوح محفوظ) اسی کے پاس ہے۔

اما بعد: خداوند کریم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کی شادی علیؑ سے کردوں تم لوگ گواہ رہنا اگر علیؑ راضی ہوں تومیں فاطمہ کا

مہر ۴۰۰ مثقال چاندی مقرر کرتا ہوں اس کے بعد آپ نے خرمہ کا طبق لانے کا حکم دیا جو ہمارے سامنے رکھا گیا جسوقت ہم کھانے میں مشغول تھے علیؑ وارد ہوئے نبی کریمؐ نے علیؑ کو دیکھا اور مسکرادیے اور فرمایا : کہ خداوند کریم کے حکم سے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو تمہارے عقد میں دے رہا ہوں اور میں نے اسکے مہر کو ۴۰۰ مثقال چاندی قرار دیا ہے. حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ میں راضی ہوں

انس کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم تم دونوں کے درمیان میل و محبت کو قائم رکھے اور اس کا نتیجہ بار آور ثابت ہو اور اپنی نعمتوں کو کثیر مقدار میں تم دونوں پر نازل کرے (یعنی اپنی نعمتوں سے تم دونوں کو مالا مال کرے) اور تم دونوں سے کثیر اور طیب و طاہر نسل وجود میں آئے پھر انس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ان سے بہت سے اور پاک طینت فرزند وجود میں آئے.

ابھی نکاح کے مراسم کو ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا کہ حضرت عقیل ابن ابی طالب اپنے بھائی حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انکو شادی کیلئے آمادہ کرتے ہوئے اس طرح سے فرمایا :

فما بالک لا تسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان یدخلھا علیک فنقرا عیننا باجتماع شملکما ؟

آپ رسول خداؐ سے کیوں نہیں کہتے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا

کو آپکے گھر لے آئیں اور آپ کے اس ازدواجی بندھن سے ہماری آنکھیں روشن ہوجائیں۔

حضرت علیؑ اور حضرت عقیل اپنے پیغام کو رسول مقبولؐ کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے جناب ام ایمن کے پاس پہونچے اور انہیں اپنے ارادہ سے آگاہ کیا ام ایمن نے انھیں ازواج رسولؐ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا اس طرح رسول اسلامؐ کو اس خبر سے آگاہ کیا گیا تمام ازواج رسول خداؐ جمع ہوگیں اوران سب کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب ام سلمہ نے رسول خداؐ کو اطلاع دی رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ کو طلب کیا اور ان سے فرمایا:

"اتحب ان تدخل علیک زوجتک ؟"

کیا آپ چاہتے ہیں کہ فاطمہؑ کی رخصتی کردی جائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں

رسول اسلامؐ نے فرمایا: جیسی تمہاری مرضی۔

اس کے بعد رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ مومنین کیلئے ولیمہ کا انتظام کریں ازواج رسول خداؐ نے کھانے وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ لے لیا اور تمام مہمانوں نے امامؑ کے ولیمہ میں کھانا کھایا۔

اسکے بعد رسول خداؐ نے جناب ام سلمہ اور دوسری ازواج سے فرمایا کہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو انکے گھرلیجائیں ، رسول اسلامؐ کی سربراہی میں مؤمنین کا ایک گروہ حضرت علیؑ کے دولت کدہ کی طرف روانہ ہوا اس تمام

سفر کے دوران تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہوتی رہیں اور ازواج رسول اسلام ایسے اشعار پڑھتی ہوئی امیر المؤمنینؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئیں جو اس مبارک موقع کی مناسبت سے پڑھے جاتے تھے

جب جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا کو ان کے گھر پہونچا دیا گیا تو رسول اسلامؐ نے امیر المؤمنینؑ کو مباکباد دی اس کے بعد پانی سے بھرا ہوا ایک برتن لے کر اس پر قرآن مجید کی جند آیتوں کو پڑھکر دم کیا پھر حضرت علی اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا سے فرمایا کہ اس کو پئیں اس کے بعد اسی پانی میں سے تھوڑا سا ان دونوں کے چہرے اور سر پر چھڑکا اور اس طرح سے دعا کی:

اللھم انھما احب الخلق الیّ فبارک فی ذریتھما
واجعل علیھما منک حافظاً و انی اعیذھما بک و
ذریتھما من الشیطان الرجیم۔

بارالہا تیرے تمام بندوں میں یہ دونوں بندے
میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں ان
کی نسلوں کو با برکت فرما انکی حفاظت فرما اور
میں ان دونوں کو اور ان کے فرزندوں کو
شیطان کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

اس طرح شرف و بزرگی کا یہ سادہ اور بہترین گھر مدینہ میں تشکیل پایا

جس کے دامن میں اماموں نے وحی و رسالت کے سایہ میں انسانیت کو کمال بخشا.

ساتھ ہی اسلام میں فطرت انسانی کے مطابق انتہائی سادہ انداز میں ازدواج کی ضرورت سے اس سنت پیغمبرؐ کی اہمیت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

کون سا بیٹا

ہجرت کے تیسرے سال ماہ رمضان المبارک کی پندرہویں تاریخ تھی کہ نبی خداؐ حضرت محمد مصطفیٰ کے گھر سے ان کے پہلے نواسے امام حسنؑ کی ولادت کی خبر پھیلی ، جسوقت یہ خبر رسول اسلامؐ نے سنی تو آپکا پورا وجود پیکر مسرت بن گیا اور فوراً آپؐ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دولتکدہ کی طرف تشریف لے گئے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیھا کو مبارکباد یں ، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا سے اپنی مسرت کا اظہار کریں ۔ جب بچہ کو نبی کریمؐ کی خدمت میں لایا گیا بعض روایت کے مطابق جناب ام سلمہ اور بعض کے مطابق جناب اسماء بنت عمیس بچہ کو لیکر رسول مقبولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں بنی کریم نے اپنے ہاتھ بچہ کے سامنے پھیلادیے اور اس کو آغوش میں لے کر اپنے سینہ سے لگالیا اس کے بعد بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تاکہ اس بچہ کے کان میں پہلی آواز وہ صدائے حق ہو اس وقت رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا :

"انی شئی سمیت ابنی"

میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے، حضرت علیؑ نے عرض کیا:۔

"ما کنت لاسبقک بذالک"

آپ سے پہلے میں اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔

رسول خداؐ نے فرمایا:

"و لا انا اسبق ربی"[1]۔

میں بھی خداوند کریم سے پہلے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔

ابھی یہ گفتگو اپنے اختتام کو بھی نہیں پہونچی تھی کہ خداوند کریم کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ خداوند کریم نے اس طیب و طاہر بچہ کا نام حسنؑ رکھا ہے، اسلامی مراسم کا یہ پہلا مرحلہ تھا کہ جس سے حضرت علیؑ کے فرزند ارجمند کےلئے انجام پایا، ولادت کے ساتویں دن نبی کریمؐ دوسرے مراسم انجام دینے کیلئے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے پہلے ایک گوسفند ذبح کیا پھر اس کو چند حصوں میں تقسیم کیا اس کے بعد اس دنبہ کی ایک ران ایک دینار کے اضافہ کے ساتھ شکریہ کے طور پہ اس دایہ کو دی جس نے ولادت کے وقت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور ان کے فرزند حضرت امام حسنؑ کی خدمات انجام دی تھیں۔

اسکے بعد بچہ کے بال اتارے گئے اور انہیں بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ دی اور اس بچہ کے سر پر ایک قسم کی خوشبو ملی جس کا نام

خلوق تھا جس کا اہم جز زعفران ہوتا ہے، اور بچہ کے سر پر قربانی کا خون ملنے سے ممانعت کی اور اعلان کیا کہ یہ کام زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا رائج کردہ ہے جس کو اب نہیں ہونا چاہیئے اس کے بعد بچہ کے ختنہ کا حکم فرمایا۔

جن کاموں کو نبی کریمؐ نے امام حسنؑ کی ولادت کے موقع پر انجام دیا وہ نبی کریمؐ کی سنت بن گئے اور آج بھی تمام مسلمان ان امور نبی کریمؐ کی پیروی کرتے ہیں۔

امام حسنؑ کتاب و سنت کے آئینہ میں

دوسرے اہلبیت علیہم السلام کی طرح امام حسنؑ بھی کتاب و سنت کے آئینہ دار تھے اسلام کے جاودانی معجزہ اور قانونی الہیٰ کی کتاب قرآن کریم نے خدا اور اس کے رسولؐ کے نزدیک امام حسنؑ اور اہل بیت کی منزلت متعدد مقامات پر بیان کی ہے۔

۱۔ آیۃ تطہیر

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً خداوند عالم چاہتا ہے کہ اہلبیت تم سے نجاست کو دور رکھے اور اس طرح سے پاکیزہ رکھے جس طرح سے پاک رکھنے کا حق ہے۔ اس آیت کی شان نزول میں آیا ہے کہ رسول اسلامؐ نے اپنی خسیبری عبا کو منگوایا اور علیؑ فاطمہؑ و حسنینؑ کے اوپر ڈال دیا اس کے بعد فرمایا:۔

اللھم ان ھو لاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً [۲] پروردگارا

یہ میرے اہل بیت ہیں تمام آلودگیوں سے ان کو دور رکھ اور اس طرح سے پاک رکھ جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے آنحضرت کی دعا قبول ہوئی اور آیہ تطہیر نازل ہوئی، آیت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ خداوند کریم نے اہلبیتؑ کی طہارت اور تمام آلودگیوں سے ان کے پاک ہونیکی اور ان کے مجسم اسلام ہونیکی گواہی دی ہے۔

۲۔آیہ مباہلہ

فمن حاجک فیه من بعد ما جائک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین۔[۳]

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں آگاہ ہونے کے بعد اگر کوئی تمہارے پاس آئے تاکہ ان کے بارے میں تم سے بحث و مباحثہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور ہم اور تم دونوں ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہوکر دعا کریں کہ جو بھی جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔اس آیت کے ذیل میں اور محققین علوم قرآنی کہتے ہیں کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جب نجران کے نصاریٰ نے رسول خداؐ سے طے کیا کہ دونوں گروہ خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا کریں کہ جو بھی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے خداوند کریم اس کو ہلاک کردے، رسول اکرمؐ صرف اپنے ہمراہ اپنے اہلبیت (علیؑ فاطمہؑ و حسنینؑ) کو لیکر گئے تھے جس وقت عیسائیوں نے

یہ پاک و نورانی چہرے رسول خداؐ کے ساتھ دیکھے تو اپنی بات سے پھر گئے اور جزیہ کی ادائیگی کے ساتھ اپنی شکست قبول کرلی ۔جیسا کہ آپ نے آیہ کریمہ میں مشاہدہ کیا کہ "ابنائنا" سے مراد حسنینؑ اور "انفسنا" سے مراد خود حضرت محمد مصطفیؐ اور حضرت علیؑ ہیں اور چونکہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا تمام عورتوں کی نمائندہ تھیں اس وجہ سے وہ کلمہ "نسائنا" کی مصداق بنیں . ان تمام مصادیق سے اس چیز کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ کا خداوند کریم اور اس کے رسولؐ کی نگاہ میں کتنا بلند مقام ہے.

۳۔ آیہ مودّت

"قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ" (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اپنے اہلبیتؑ کی محبت کے سوا کوئی اور صلہ نہیں چاہتا ہوں

تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ ، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا ، اور حسنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔ صحیح مسلم و بخاری و مسند احمد بن حنبل و تفسیر ثعلبی و تفسیر طبرسی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی نبی کریمؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ آپکے وہ کون سے قرابتدار ہیں جنکی محبت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے آپ نے فرمایا:۔

علی و فاطمہ و ابنائھما علیؑ و فاطمہؑ اور انکے بیٹے [۴]

امام سجاد اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیھم السلام سے سعید بن جبیر و

عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے کہ جب رسول خداؐ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :- ان تودوا قرابتی (۵) میرے قرابتداروں سے محبت رکھو. اس آیت شریفہ کے ذکر کے بعد جو امام حسنؑ اور دوسرے اہلبیت علیہم السلام کی منزلت میں نازل ہوئی بہتر ہے کہ کچھ احادیث رسول مقبولؐ بھی جو امام حسنؑ کی منزلت اور ان کے بلند مقام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ذکر کردیں.

۱۔ بخاری اور مسلم نے براء سے نقل کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ امام حسنؑ کو اپنے کاندھوں پر بٹھائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے:- اللھم انی احب فاحبہ بار الہا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ.

۲۔ ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؑ امام حسنؑ کو اپنے دوش مبارک پر بٹھائے لیجارہے تھے کہ ایک شخص نے کہا اے بچے تمہارے پاس تو بہترین سواری ہے نبی کریم نے فرمایا نعم الراکب ھو سوار بھی تو بہترین ہے.

۳۔ حافظ ابو نعیم نے ابو بکر سے نقل کیا ہے کہ نبی کریمؐ نماز جماعت کی حالت میں تھے کہ امام حسنؑ مسجد میں وارد ہوئے امام اسوقت بہت کمسن تھے جب نبی کریمؐ سجدے میں گئے تو امام حسنؑ آپکی پشت مبارک پر سوار ہوگئے اور کبھی گردن پر بھی سوار ہوجاتے تھے نبی کریمؐ نے ان کو آہستہ سے اٹھا لیا جب نماز ختم ہوگئی تو لوگوں نے نبی کریمؐ کہا کہ جو محبت آپکو اس بچہ سے

ہے کسی دوسرے سے نہیں ہے تو آپ نے فرمایا:- ان ھذہ ریحانتی یہ۔ بچہ میرا گلدستہ ہے۔

۴۔ انس سے روایت ہے کہ رسول خداؐ سے سوال کیا گیا کہ اہلبیت میں آپ سب سے زیادہ کس کو چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا الحسنؑ و الحسینؑ۔

۵۔ عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے امام حسنؑ کو اپنی آغوش میں لے کر سینہ سے لگا لیا پھر فرمایا:

"اللھم ان ھذا ابنی و انا احبہ فاحبہ و احب من یحبہ"

پرودگارا یہ بچہ میرا بیٹا ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو بھی اس کو دوست رکھے اسے بھی دوست رکھ۔

۶۔ جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"من سرہ ان ینظر الی سید شباب اہل الجنۃ فلینظر الی الحسن بن علی"

جو بھی جوانان جنت کے سردار کو دیکھ کر خوشحال ہونا چاہتا ہے وہ امام حسنؑ کے چہرے کو دیکھ لے۔

۷۔ یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ ایک مرد مؤمن نے ہماری دعوت کی تھی ہم رسول خداؐ کے ساتھ نکلے راستہ میں امام حسنؑ نظر آئے رسول خداؐ کی نظر جیسے ہی ان پر پڑی آپؐ تیزی سے ان کی طرف بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلادیا امام حسنؑ ادھر ادھر دوڑ کر نبی کریمؐ کو ہنسا رہے تھے یہاں تک کہ نبی کریمؐ نے ان کو پکڑلیا اور آغوش میں لے کر ان کو بوسہ دینے کے بعد

فرمایا:

"حسن منی و انا منه احب الله من احبه" حسنؑ مجھ سے ہے اور میں حسنؑ سے ہوں خدا اس کو دوست رکھے جو حسنؑ کو دوست رکھتا ہو۔

۸۔غزالی سے احیاء العلوم میں نقل ہے کہ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- اشبهت خلقی و خلقی [۲] تم اپنے وجود اور اپنے اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے مشابہ ہو۔

یہ تمام فضائل اور احادیث جو امام حسنؑ کے سلسلے میں ذکر ہوئی ہیں سمندر کے قطرہ کے مترادف ہیں اگر کوئی چاہتا ہے کہ مزید احادیث سے آگاہی کرے تو قندوزی حنفی کی کتاب ینابیع المودۃ فیروز آبادی کی کتاب فضائل الخمسہ از صحاح ستہ اور مسند احمد بن حنبل اور سبط ابن جوزی کی تذکرۃ الخواص کی طرف مراجعہ کرے۔

امام حسنؑ کے فضائل آپ نے قرآن و سنت نبی اکرمؐ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائے ۔ہمارے اس بیان کا مقصد تاریخ کے ذریعہ منزلت امام حسنؑ کے سلسلہ میں تاریخ کی تحقیق و بررسی نہیں ہے بلکہ ہمارا ہدف یہ ہے کہ تاریخی مسائل کو ذکر کیا جائے اور ان شخصیتوں کے نقوش پیش کیے جائیں جو تاریخ اسلام میں ہمارے لئے نمونہ عمل بنکر آئیں اور انھوں نے بہترین طور سے اسلامی اقدار کو عملی جامہ پہنایا اور جو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے راہ گشا ہو سکتے ہیں۔

شخصیت امام حسنؑ کی خصوصتیں

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی زندگی میں تحقیق کرنے سے آدمی اس حقیقت سے آگاہ ہوجاتا ہے کہ ان کی تربیت اور ان کے فکری ارتقا کا ماحول جوان دونوں بزرگواروں کو ملا ان کے والد اور ان کے جد رسول خداؐ کے بعد کسی اور کو نہیں ملا ان دو شخصیتوں میں آثار وحی اور انہیں دوسروں سے منفرد و مختار کرتی ہیں اور تربیت اسلامی کے جو بلند ترین مراتب ہیں وہ ان کو اپنے جد محترم رسول خداؐ اور والد بزرگوار حضرت علیؑ اور ان کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ زہراؑ سے حاصل ہوئے تھے اگر چہ یہ دونوں بزرگوار بچپن ہی میں اپنے جد رسول اکرمؐ اور والدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کے سایہ عطوفت سے محروم ہوگئے تھے لیکن پھر بھی ان پاکیزہ تربیتوں کا سلسلہ اپنی جگہ برقرار رہا۔

حضرت علیؑ جو مدرسہ وحی کے پروردہ اور رسول خداؐ کے شاگرد تھے اور

جن کی ہدایت و تربیت کےانوار لوگوں پر تابان تھے انھوں نے ان دونوں بزرگواروں کی تربیت کو اپنے ذمہ لے لیا.

اس طریقہ سے امام حسنؑ اور امام حسینؑ مشیت الہیٰ سے اپنی امامت کے مراحل میں آمادگی کا سفر طے کرتے رہے اور جو صعوبتیں جو انہیں دین حق کی دعوت کے سلسلہ میں برداشت کرنی تھیں ان کےلئے خود کو مہیا کرتے رہے اور اس تربیت کا بے مثال نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دونوں بزرگوار اسلام کے آئینہ دار بنکر دنیا کے سامنے آئے.

چونکہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی شخصیت کے عناصر ایک ہی تھیں لہذا ان دونوں کے مقاصد اور اہداف بھی ایک جیسے تھے اور دونوں اسلامی بنیادوں پر عمل پیرا تھے۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ امام حسنؑ کے زندہ روحانی کارناموں اور علمی و اخلاقی کارناموں روشنی ڈالی جائے.

روحانی پہلو

جو شرائط و اسباب امام حسنؑ کی پرورش کے سلسلے میں فراہم تھے کی وجہ سے امامؑ نے چشم دید روحانی و معنوی کمال حاصل کیا تھا اور امامؑ کو خداوند کریم سے جو قربت و دلبستگی اس حد تک تھی کہ لوگوں کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیتی تھی انسان اس قدر اخلاص کے سامنے خاشع ہوجاتا ہم یہاں اس پہلو کی ایک جھلک پیش کرتے جو امامؑ کی شخصیت کو واضح کرتی ہے.

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حسنؑ بن علیؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عابد و زاہد انسان تھے.

روضۃ الواعظین میں آیا ہے کہ امام حسنؑ جس وقت وضو کرتے تھے تو آپ کے جسم کے تمام اعضاء خوف خدا سے لرزتے رہتے تھے اور آپ کا رنگ زرد ہوجاتا تھا جب امامؑ سے اس سلسلے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو بھی خداوند کریم کے سامنے کھڑا ہو اس کو چاہیئے کہ چہرے کا رنگ اتر جائے اوراس کے تمام اعضائے بدن لرزہ بر اندام ہوں۔

امام صادقؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ نے پچیس(۲۵)حج پیادہ انجام دئے اور دو مرتبہ اپنے تمام اموال کو خدا کی راہ میں دے دیا اور ایک روایت کے مطابق تین مرتبہ اس عمل کو انجام دیا.

علی بن جذعان اور ابو نعیم سے کتاب حلیۃ الاولیاء اور طبقات بن سعد میں روایت ہے کہ امام حسنؑ نے دو مرتبہ اپنے تمام اموال کو راہ خدا میں دیدیا اور تین مرتبہ لوگوں میں آدھا بانٹ دیا اس طرح سے کہ صرف ایک نعلین اپنے لئے رکھی اور دوسری راہ خدا میں دیدی اور ایک اونٹ دیدیا اور صرف ایک اونٹ اپنے پاس رکھا، جس وقت آپ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو اپنے سر اقدس کو بلند کرتے ہوئے فرماتے تھے اے پروردگار تیرا مہمان تیرے دروازے پر کھڑا ہے اے بخشنے والے ایک گناہگار تیرے پاس آیا ہے اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اس گناہگار کو بخش دے.

جب بھی آپ موت اور قبر کو یاد کرتے تھے تو بے اختیار رونے لگتے تھے اور جب قیامت اور حساب و کتاب کو یاد کرلیتے تھے تو ایک آہ کے ساتھ بیہوش ہوجاتے تھے اور جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ اس آیت پر پہونچتے تھے یا ایها الذین آمنوا تو آپ فرماتے تھے لبیک لبیک اللهم لبیک ہاں ہاں پردگارا میں تیرے فرمان کو سن رہا ہوں۔

امام حسن کی ادائیگی صدقہ خدا کی راہ میں انفاق کے سلسلہ میں صرف ایک نکتہ کی طرف توجہ دینا کافی ہے کہ آپ نے دومرتبہ اپنے تمام اموال کو خدا کی راہ میں تقسیم کردیا اور لوگوں کے درمیان تین مرتبہ اپنا تمام سرمایہ بانٹ دیا۔

شخصیت امام حسنؑ علمی پیمانہ پر

اگر   لش عقل جو انسانی زندگی کیلئے ہر جگہ کار آمد ثابت ہوتی ہے او   ر شخصیات کا بنیادی رکن تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر رسول اکرمؐ اور ائمہ اطہارؑ بھی براہ راست اسی الٰہی تربیت کے مکمل شاہکار تھے کہ جن کا انبیاء کرامؑ کے علاوہ کوئی بھی مثل نہیں تھا اور علمی میدان میں کسی کو بھی اس حد تک دسترسی نہیں تھی یہ اس بات پر دلیل ہے کہ امامؑ اپنے علم کو براہ راست یا پیغمبرؐ سے حاصل کرتا ہے یا پیغمبرؐ کے جانشین امامؑ سے اور امامؑ کی وسعت فکری اور روحانی بلندی ایسی ہے کہ نئے نئے حوادث میں امامؑ کو پختہ ارادہ کا مالک بنا دیتی ہے تھا اس بات نے متکلمین کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ امامؑ کے علم کو علم حضوری سے تعبیر کریں کیونکہ امامؑ ایسے موقعوں پر کسی مسئلے میں غور کرنے یا کسی سے سیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اسے براہ راست ایک طرح کا الھام حاصل ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ الھام اور وحی میں فرق ہوتا ہے

ہر وہ انسان جو ایک منصفانہ طبیعت کا مالک ہے وہ ائمہ معصومین کی کتاب زندگی کا مطالعہ کرکے یہ بات محسوس کرسکتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کسی بھی علمی مسئلے کو حل کرنے میں دھوکہ نہیں کھایا اور کسی بھی سوال کے جواب میں خاموش نہیں رہے اور کسی بھی بیان و تفسیر میں چاہے وہ فکری ہو یا علمی نہیں جھجکے۔

یہاں ہم علم امام حسن کے جوش مارتے ہوئے چشمے کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں :

۱۔ حسن بصری نے جب امام حسنؑ سے قضاء و قدر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کے خط کے جواب میں اس طرح سے تحریر فرمایا:-

اما بعد فمن لم یؤ من بالقدر خیرہ و شرہ ، ان اللہ یعلمہ فقد کفر ، و من احال المعاصی علی اللہ فقد فجر، ان اللہ لم یطع مکر ھا، و لم یعص مغلو با و لم یھمل العباد سدیً من المملکۃ ، بل ھو المالک ، لما ملکھم ، القادر علی ما علیہ اقدرھم ، بل امرھم تخییراً و نھاھم تحزیراً فان ائتمر وا بالطاعۃ لم یجدو عنا صادا ، و ان انتھوا الی معصیۃ فشاء ان یمن علیھم ، بان یحول بینھم و بینھا فعل و ان لم یفعل فلیس ھو الذی حملھم علیھا جبرا و لا الزمو ھا کرھاً بل من علیھم بان بصرھم و عرفھم و حذرھم و امرھم و نھاھم لا جبراً لھم علی ما امرھم بہ فیکونوا کالملائکۃ ، ولا جبراً لھم علی ما نھاھم عنہ و للہ الحجۃ البالغہ فلو شاء لھداکم اجمعین (۲)

اگر کوئی انسان اس چیز پر ایمان نہ رکھتا ہو کہ تمام اچھائیاں اور برائیاں

قدر الہی کی بناء پر ہیں اور خداوند کریم انسان کے تمام افعال سے آگاہ ہے تو وہ کافر ہے اور جو بھی اپنے گناہوں کو خداوند کریم کی طرف نسبت دیتا ہے وہ فاجر ہے اس لئے کہ خداوند کریم کسی کو اپنی اطاعت یا نافرمانی پر مجبور نہیں کرتا اور انسان کو اس کے حال پر بھی نہیں چھوڑ دیتا ہے بلکہ جو اختیارات اس نے اپنے بندوں کو دے رکھے ہیں وہ ان تمام اختیارات کا مالک ہے اور جن چیزوں پر انسان قدرت رکھتا ہے خداوند کریم ان کا قادر حقیقی ہے وہ اپنے بندوں کو خود مختار رکھ دینے کے بعد بھی ان پر حاکم ہے اور وہ بندوں کو حکم دیتا ہے جبکہ اس نے انہیں آزاد رکھ دیا ہے اور برے کام سے روکتا ہے جبکہ اس کی نہی عقاب کا پہلو بھی رکھتی ہے اگر انسان اپنے آپ کو خدا کی اطاعت کے حوالے کر دے تو خداوند کریم اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز اور بے خوف بنا دیتا ہے اور اگر اس نے خدا کی بارگاہ میں معصیت کی اور اس کی اطاعت سے روگردانی اور سرکشی کی تب بھی خدا اس پر احسان کر کے اسے روکتا ہے اور خداوند کریم کبھی بھی اپنے بندوں کو گناہ کے انجام دینے پر مجبور نہیں کرتا ہے اس نے لوگوں پر احسان کیا اور انہیں دانا اور بینا بنا کر بھیجا ہے اور ان کو ہمیشہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا ہے کوئی بھی بندہ مجبور نہیں ہے کہ خداوند کریم کی اطاعت کرے اور اس طرح فرشتوں کی طرح منزہ ہو جائے اور نہ ہی خداوند کریم نے کسی کو فعل حرام کی انجام دہی سے روکا ہے خداوند کریم کے پاس روشن دلائل ہیں اگر وہ چاہے تو تم سب کی

ہدایت کر سکتا ہے.

امام حسنؑ مختصر الفاظ میں فکری مباحث کے پیچیدہ اور عمیق مسائل کو اس طرح حل کر دیتے تھے وہ مسائل جن کی ظرافت کی بنا پر بہت سے مفکر رین گمراہ ہوگئے اور ان کی غیر متوازی تفسیر کی بنا پر دو گروہ وجود میں آگئے ایک معتزلہ، دوسرا اشاعرہ (۸).

یہیں سے امامؑ کے دقیق افکار اور دقت نظر کی نشاندہی ہوجاتی ہے امامؑ سے سوال کیا گیا زہد کسے کہتے ہیں ؟

آپؑ نے فرمایا : دنیا سے بے توجہی اور پرہیزگاری کی طرف مائل ہونا.

آپؑ سے پوچھا گیا حلم کسے کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: اپنے غصے کو پی کر اپنے اوپر قابو پانا.

آپ سے پوچھا گیا: میانہ روئی خوشروئی کسے کہتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا: برائی کا نیکی سے جواب دینا.

پھر آپ سے سوال کیا گیا شرف کسے کہتے ہیں ؟

آپؑ نے جواب دیا اپنے قرابتداروں سے نیکی کرنا اور ان کی کوتاہیوں کو خندہ دلی سے نظر انداز کر دینا.

آپ سے پوچھا گیا: دلیری کسے کہتے ہیں ؟

آپؑ نے جواب دیا اپنے ہمسایہ اور پڑوسی کا دفاع کرنا اور غصہ اور سختی کے وقت صبر کر لینا اور بےجھجک مشکل کاموں میں ہاتھ ڈالدینا.

پھر آپ سے سوال کیا گیا مجد و بزرگی کس چیز میں ہے ؟

آپؑ نے جواب دیا فقیری اور غریبی کی حالت میں خدا کی راہ میں خیرات کرتے رہنے اور دوسروں کی غلطیوں سے چشم پوشی کرلینے میں.

پھر آپ سے سوال کیا گیا مروّت کس میں ہے ؟

آپؑ نے جواب دیا اپنے دین اور عزت نفس کو محفوظ رکھنا اور دوسروں سے ملاقات کے وقت نرمی سے ملنا اور دوسروں کے حقوق کو ادا کرتے رہنا اور لوگوں سے دوستی رکھنا.

ایک شامی نے امام حسنؑ سے سوال کیا حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے آپ نے فرمایا، اربعة اصابع فما رایت بعینک فهو الحق ، چار انگل کا فاصلہ ہے جو آنکھوں سے دیکھا وہ سچ ہے جبکہ کان سے سنی ہوئی اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں شامی نے سوال کیا ایمان و یقین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا :- اربعة اصابع الایمان ما سمعناه و الیقین ما رایناه ، چار انگل کا فاصلہ ہے جس کو ہم سنتے ہیں وہ ایمان ہے اور جو دیکھتے ہیں وہ یقین ہے. شامی نے سوال کیا آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا دعوة المظلوم ، مظلوم کی آواز کے بقدر جو مدد طلب کرتی ہے ، شامی نے سوال کیا مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا ، مسیرة یوم للشمس اتنا ہی فاصلہ ہے کہ سورج جسکو ایک دن میں طے کرلیتا ہے.

وہ فکری میراث جو آپ سے ہم تک پہنچی ہے حضرت کا یہ ارشاد ہے :- ایها

الناس انه من نصح للله و اخذ قوله دلیلاً هدی للتی هی اقوم و وفقه الله للرشاد و سدده للحسنی فان جار الله آمن محفوظ و عدوه خائف مخذول فاحترسوا من الله بکثرۃ الذکر ، و اخشوا الله بالتقوی و تقربوا الی الله بالطاعۃ فانه قریب مجیب قال الله تبارک و تعالی واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی و لیؤمنوا بی لعلهم یرشدون ، فاستجیبو لله و آمنوا به فانه لا ینبغی لمن عرف عظمۃ الله ان یتعاظم فان رفعۃ اللذین یعلمون عظمۃ الله ان یتواضعوا ، والذین یعرفون ما جلال الله ان یتزلوا له ، و سلامۃ الذین یعلمون ما قدرۃ الله ان یستسلموا له ، ولا ینکروا انفسهم بعد المعرفۃ ، و لا یضلوا بعد الهدی ، و اعلموا علماً یقیناً انکم لن تعرفوا التقی ، حتی تعرفوا صفۃ الهدیٰ و لن تمسکوا بمیثاق الکتاب حتی تعرفوا الذی نبذه و لن تتلوا الکتاب حق تلاوته حتی تعرفوا الذی حرفه فازا عرفتم ذلک عرفتم البدع والتکلف و رایتم الفریۃ علی الله و التحریف و رایتم کیف من یهوی کهوا ولا یجهلنکم الذین لا یعلمون والتمسوا ذلک عند اہله فانهم خاصۃ نور یستضاء بهم و ائمۃ یقتدی بهم بهم عیش العلم و موت الجهل و هم الذین اخبرکم حلمهم عن جهلهم و حکم منطقهم عن صحتهم و ظاهرهم عن باطنهم لا یخالفون الحق و لا یختلفون فیه و قد خلت لهم من الله سنۃ و مضی فیهم من الله حکم ان فی ذلک لذکری الذاکرین و اعقلوه اذا سمعتموه عقل رعایۃ و لا تعقلوه عقل روایۃ فان رواۃ الکتاب کثیر ، و رعاته قلیل و الله المستعان (۹) ۔

اے لوگو جو بھی خدائے تبارک و تعالی کی خاطر لوگوں کو نصیحت کرتا ہے اور اپنی بات کی دلیل خدا کے کلام کو قرار دیتا ہے وہ براہ راست ہدایت پاتا ہے اور خداوند کریم اس کو کمال کامیابی عطا کرتا ہے اور بہت ہی خوش اسلوبی سے اس کی راہنمائی کرتا ہے اسلئے کہ خداوند کریم کے زیر عنایت رہنے والا ہمیشہ محفوظ رہتا ہے اور اس کا دشمن خوفزدہ رہتا ہے اور ذلیل ہوتا ہے خداوند کریم کے بیشمار ذکر کے ذریعہ سے اس کے غضب سے محفوظ رہو، تقویٰ کے ذریعہ سے خدا سے ڈرتے رہو اور اطاعت کے ذریعہ سے اس سے نزدیک رہو اس لئے کہ وہی ادعو نی استجب لکم کا مصداق ہے اور خداوند کریم فرماتا ہے و اذاسائلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجوا لی و لیؤمنوا بی لعلھم یرشدون سورہ بقرہ آیت ۱۸۶ ، جب بھی میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں تو ان سے کہہ دو کہ میں ان سے نزدیک ہوں اور کوئی مجھ سے سوال کرتا ہے تو اس کا جواب بھی دیتا ہوں پس میری دعوت کو قبول کرلو اور مجھ پر ایمان لے آؤ شاید اس طرح سے ہدایت پا جاؤ ، پس خداوند کریم پر ایمان لے آؤ اس لئے کہ جو خداوند کریم کی بزرگی کا قائل ہوجاتا اس کے لئے خود تکبر زیب نہیں دیتا جو لوگ خدا کی عظمت و بزرگی کے قائل ہیں وہ بتواضع اور فروتن ہوتے ہیں اور جو خداوند عالم کے جلال کو درک کر لیتا ہے ان کی بزرگی اپنے آپ کو ناچیز شمار کرنے میں اور جن لوگوں نے خدا کی قدرت کو دریافت کر لیا ہے ان کی عظمت خدا

کے سامنے تسلیم ہو جانے میں ہے اتنی معرفت حاصل کرنے کے بعد لوگوں کو انکار نہ کرنا چاہیئے اور ہدایت کے بعد گمراہ نہیں ہونا چاہیے اے لوگو پرہیز گاری کو تم نہیں پہچان سکتے جب تک صفت ہدایت کو نہ پہچان لو اور کتاب الٰہی سے عہد نہیں کر سکتے جب تک اس منھ موڑنے والے کو نہ پہچان لو اور قرآن کو اس وقت تک صحیح نہ پڑھ سکتے جب تک کہ اس میں تحریف کرنیوالے کو پہچان نہ لو۔

جب بھی تم ان مطالب کو سمجھ لو اور بدعتوں کو اور تحریف کو پہچان لو گے اور خداوند کریم کے بارے میں تہمت لگانے والے اور کلمات الٰہی میں تحریں کرنیوالے کو پہچان لو گے تو یہ بھی پہچان لو گے کہ کس طرح سے ایک گروہ نے اپنے خواہشات نفسانی سے یہ سب کیا ہے دیکھو جاہل تمہیں اپنے جہل کی طرف نہ کھینچ لیں ان چیزوں کو ان کے اہل لوگوں سے حاصل کرو چونکہ ان کے پاس ایک خاص نور ہوتا ہے کہ ان سے روشنی حاصل کرنا چاہیئے اور وہ لوگ ہیں امام ہیں انہیں کی اقتدا کرنی چاہیئے اس لئے کہ علم کی زندگی اور جاہلوں کی موت انہیں کیوجہ سے ہے یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں جاہلوں کی نشاندہی کرواتے ہیں اور انکی رفتار و گفتار انکی حقانیت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور انکا ظاہر ان کے باطن کا شفاف آئینہ ہوتا ہے یہ حق سے مخالفت نہیں کرتے ہیں اور حق کے بارے میں ایکدوسرے سے اختلاف نہیں کرتے ان کے لئے سنت الٰہی معیار زندگی ہوتی ہے اور خداوند کریم انہیں کی اتباع و

پیروی کا حکم دیتا ہے یہ باتیں اہل ہوش کی صرف یاآوری کیلئے ہیں اس کے بارے میں سو نچو اور تنہا ان کے بارے میں سننے پر اکتفاء نہ کرو اس لئے کہ کتاب کے نقل کرنیوالے زیادہ ہوتے لیکن حقیقت کی تلاش والے کم ہیں۔

ایک دن کسی نے امام حسن مجتبیٰؑ سے سیاست کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:- ھی ان ترعی حقوق اللہ و حقوق الاحیاء و حقوق الاموات ، فاما حقوق اللہ فاداء ما طلب ، و الاجتناب عما نہی ، و اما حقوق الاحیاء فھی ان تقوم بواجبک نحو اخوانک و لاتتاخر عن خدمۃ امتک و ان تخلص لولی الامر ما اخلص لامتہ و ان ترفع عقیرتک فی وجھہ اذا ما حاد عن الطریق السوی ، اما حقوق الاموات فھی ان تذکر خیراتھم و تتغاضی عن مساوئھم فان لھم ربا یحاسبھم

سیاست یعنی خداوند کریم کے حقوق نیز زندہ اور مردہ افراد کے حقوق کی رعایت کرنا خدا کے حقوق کا مطلب یہ ہے کہ خواہ مردہ ہوں خواہ زندہ ہوں کہ اس نے حکم دیا ہے اس کو انجام دینا اور جس چیز سے روکا ہے اس سے اجتناب کرنا ، زندہ لوگوں کے حقوق یہ ہیں کہ اخلاص رکھنا اپنے براور دینی کے سلسلہ میں اپنے فرائض انجام دینا اور ان کی بے درنگ و بے دریغ خدمت کرنا اور ولی امر سے اخلاص رکھنا جب تک وہ لوگوں سے اخلاص رکھتا لیکن جب راہ راست سے منحرف ہوجائے توان کے مقابل رکھنا اور اس پر اعتراض کرنا .اور مردوں کے حقوق یہ ہیں کہ مرنے والے کی نیکیوں کو بیان

کرنا اور لغزشوں اور گناہوں سے چشم پوشی کرنا اور خود کو روکنا اس لئے کہ خدا ان کے اعمال کا حساب و کتاب کرتا ہے.

یہ ایک جائزہ ہے امام حسنؑ کی معرفت اور کمال عقل کا جو خداوند کریم نے ان کو عطا کیا تھا یہ علمی و تربیتی میراث ان کے آباء و اجداد سے انہیں ملی تھی اس کے ہم نے چند نمونہ پیش کئے تا کہ ہماری آنیوالی مسلمان نسلوں کیلئے شمع حیات کا کام کرسکے.

امام حسنؑ کے اخلاقی پہلو

جب ہم امام حسنؑ کی زندگی کے اخلاقی پہلو کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تمام ائمہ اطہارؑ اخلاقی پہلو سے ایک دوسرے سے فرق رکھتے تھے بلکہ تمام ائمہ اطہارؑ اخلاقی نقطہ نظر اسے ایکدوسرے کے مثل ہیں.

اس حصہ میں بیشتر جگہوں پر ہمارا مقصد یہ ہے کہ امامؑ کے وہ اخلاقی پہلو اور لوگوں سے ان کے برتاؤ پر روشنی ڈالی جائے اسی بناء پر ہم انکے اخلاقی نمونوں کو ذکر کررہے ہیں جو ان کی پیروی و اتباع میں شمع راہ بن سکے.

امام حسنؑ کی تواضع

سیرت کی کتابوں میں آیا ہے کہ امامؑ فقراء کے ایک گروہ کے پاس سے گزر رہے تھے وہ سب ان روٹی کے ٹکڑوں کو جو انہوں نے راستہ سے چن کر جمع کی تھیں ان کو کھانے میں مصروف ہیں انہوں نے جب امامؑ کو دیکھا تو آپ کو بھی اپنے کھانے میں شریک ہونیکی دعوت دیدی امامؑ نے ان کی اس دعوت کو قبول کر لیا اور فرمایا :- ان اللہ لا یحب المتکبرین ، خدا غرور کرنیوالوں

کو دوست نہیں رکھتا، جب امامؑ وہاں سے اٹھنے لگے تو آپؑ نے ان لوگوں کو اپنے گھر آنیکی دعوت دی اور جب وہ لوگ آئے تو آپ نے ان کو بہت مال و دوولت سے سرفراز کیا ان کو کھانا بھی کھلایا اور کپڑے وغیرہ بھی دئے.

روایت میں ہے کہ امامؑ نے چند بچوں کو ایک جگہ بیٹھے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا ان بچوں نے امامؑ کو بھی مدعو کرلیا اور امامؑ نے بھی انکی دعوت قبول کر لی اس کے بعد آپ نے ان بچوں کی دعوت کی اور بہت سی چیزیں عطا فرمائیں.

روایت میں آیا ہے کہ امامؑ ایک جگہ بیٹھے تھے جب واپس اٹھے لگے اس وقت ایک فقیر آگیا امامؑ نے اس کا استقبال کیا اور اس سے فرمایاکہ :- انک جلست علی حسین قیام منا ، افتاذن لی بالانصراف ، تم میرے اٹھنے کے وقت آئے ہو کیا مجھے واپس جانے کی اجازت دیتے ہو، تو اس شخص نے کہا :- ہاں یابن رسول اللہ اس حدیث کے زریعہ سے امامؑ کی تواضع اور وہ روش جو آپ کی لوگوں کے ساتھ تھی واضح ہوجاتی ہے.

اپنے دشمنوں کے ساتھ نیکی

روایت میں ہے کہ امامؑ نے اپنے ایک گوسفند کو دیکھا کہ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی آپؑ نے فرمایاکہ یہ کس کا کام ہے غلام نے کہا میں نے ایسا کیا ہے امامؑ نے فرمایا کیوں ؟ غلام نے کہا تاکہ آپ کو غصہ کی حالت میں دیکھ سکوں، امامؑ مسکرادیے اور فرمایاکہ میں تم کو خوشحال دیکھنا چاہتا ہوں.

شام کے ایک شخص کو معاویہ بن ابو سفیان نے خاندان رسولخداؐ کی طرف سے بد گمان کردیا تھا لہذا جب ایک مرتبہ امام حسنؑ کو اس نے دیکھا تو آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے لگا آپ نے مسکرا کر اس سے فرمایا کہ ایھا الشیخ، اظنک غریبا، ولعلک شبھت ؟ فلو استعتبتنا اعتبناک، ولو سالتنا اعطیناک، ولو استرشدتنا ارشدناک، ولو استحملتنا حملناک، و ان کنت جائعاً اشبعناک، وان کنت عریانا کسوناک، و ان کنت محتاجا اغناک، و ان کنت طریداً آویناک، و ان کان لک حاجۃ قضیناھا لک، فلو حرکت رحلک الینا و کنت ضیفنا الی وقت ارتحالک کان اعود علیک، لان لنا موضعاً رحباً و جاھاً عریضاً و مالاً کبیراً

اے شخص میرے خیال میں تو ایک پردیسی ہے شاید میرے بارے میں تجھے غلط فہمی ہوئی ہے اگر تو میری خوشنودی چاہتا ہے تو ہم تجھ سے خوش ہیں اور اگر ہم سے کچھ چاہتا ہے تو تجھ کو وہ بھی دیں گے اگر ہم سے راہنمائی چاہتا ہے تو تیری راہنمائی بھی کریں گے یہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بوجھ کو تیری پشت سے اتار دیں تو وہ بھی کریں گے اگر تو بھوکا ہے تو تجھے سیر کریں گے اگر تو برھنہ ہے تو تجھے لباس عطا کریں گے اگر محتاج ہے تو تیری محتاجی دور کردیں گے اور اگر بے امان ہے تو امان دیں گے اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو وہ بھی پوری کردیں گے اگر تو رہنا چاہتا ہے تو اپنے گھر میں تیری مہمان نوازی کریں گے کیونکہ ہمارا گھر بڑا ہے اور دولت بھی فراوان ہے جب شامی

نے امامؑ کی اس ذرہ نوازی کو دیکھا تو کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر خدا کے جانشین ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کس کو عطا کرے میں آپؑ اور آپکے والدؑ بزرگوار سے سخت دشمنی رکھتا تھا لیکن اب آپ لوگ میرے نزدیک دنیا کے بہترین انسان ہیں. اس کے بعد امامؑ نے اس مرد شامی کو اپنے گھر مدعو کیا اور کہا کہ جب تک تو مسافر ہے میرے گھر میں رہ سکتا ہے اور امام حسنؑ کی مہمان نوازی اس لئے شامی کے حق میں بہترین تغیر کا باعث بنی.

سخاوت امام حسنؑ

شاید امامؑ کے بلند ترین صفات میں سخاوت کو نمایاں مقام حاصل ہو. آپؑ کی نگاہ میں دولت کا مطلب برھنہ لوگوں کو کپڑا عطا کرنا، ستم زدہ لوگوں کی احوال پرسی کرنا قرض خواہوں کا قرض ادا کرنا یا بھوکے کو سیر کرنا ہے.

ایک مرتبہ امامؑ سے کسی نے سوال کیا: کہ یا امامؑ آپؑ نے آج تک کسی سائل کو رد کیوں نہ کیا؟

آپ نے فرمایا:-

انی لله سائل و فیه راغب و انی استحی ان اکون سائلاً و ارد سائلا وان الله عودنی عادة ان یفیض نعمه علی و عودته ان افیض نعمه علی الناس فاخشی ان قطعت العادة ان یمنعنی العادة.

میں خدا کا محتاج بندہ ہوں اور اس سے محبت رکھتا ہوں مجھے حیا آتی ہے

کہ میں خود اس کا نیاز مند ہوں دوسروں کو کیسے رد کردوں خداوند عالم حسب عادت اپنی نعمتوں کو مجھ پر نازل کرتا ہے اور میں ان نعمتوں کو اس کے بندوں کو عطا کر دیتا ہوں میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اپنی عادت چھوڑ دی تو خدا بھی اپنی عادت کو چھوڑ دیگا.

اب ہم امامؑ کے کرم و بخشش کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

ایک عرب امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امامؑ سے مدد مانگنے لگا تو آپؑ نے فرمایا کہ (جو کچھ میرے خزانہ میں ہے اس کو بخش دو) خزانہ میں دس ہزار درہم موجود تھے.

اس مرد نے کہا آپ اجازت دیں تو میں پہلے اپنی حاجت بیان کروں اور آپ کی تعریف و ستائش بھی کروں امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:-

تحن اناس نو النا خضل — یرتع فیہ الرجاء والامل

تجود قبل السوال انفسنا — خوفاً علی ماء وجہ من یسل

لو علم البحر فضل نائلنا — لغاض من بعد فیضہ خجل

ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہماری بذل و بخشش مثل گھر ہے کہ جو دلوں میں آرزو و امید کے بوٹے اگاتی ہے اس سے پہلے کہ کوئی ہمارے سامنے دست سوال پھیلائے ہم اپنی عطا و بخشش سے اسے نواز دیتے ہیں کہ کہیں سوال کرنیوالے کی آبروریزی نہ ہوجائے اگر وسمندر ہماری بذل و بخشش سے آگاہ ہوجائے تو خجالت اور شرمساری سے ٹھہر جائے.

دوسرا نمونہ :- امام حسنؑ نے انصار میں سے کسی سے ایک باغ خریدا جس کی قیمت ......۴ درہم تھی کچھ عرصہ بعد امامؑ کو معلوم ہوا کہ وہ شخص محتاج ہوگیا ہے تو آپ نے بغیر کوئی عوض لئے ہوئے اس کو وہ باغ بخش دیا۔

یہ امام حسنؑ کی سخاوت کے چند نمونہ جنہیں ہم نے پیش کیا اور لوگوں کے ساتھ ان کا یہ سخاوتمندانہ انداز اسلام کے عظیم اخلاق کی تشکیل کا ایک ذریعہ تھا۔

ہم نے اس حصہ میں اپنی تلاش و جستجو کے مطابق جتنا کچھ بھی آپ کے سامنے ذکر کیا ہے وہ خصوصیت سے امام حسن مجتبیؑ کی شخصیت روحانی کی معرفت کیلئے اور بالعموم تمام ائمہ معصومینؑ کی معرفت کیلئے کافی ہے اور یہ نمونے جن کو ہم نے ذکر کیا ہے انبیاءؑ کے بعد ائمہ معصومینؑ ہی ان کے مصداق کامل نظر آتے ہیں۔

ہم نے اس مختصر علمی و تاریخی خاکہ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ اس سے ان دشمنوں کی زبانوں کو بند کردیا ہے کہ جو اسلام کو صرف ایک نظریاتی مکتب سمجھتے ہیں۔

امام حسنؑ کا کردار اسلامی معاشرے میں

امام حسنؑ کی رفتار و روش جو اسلام کے بارے میں تھی وہ بہت جلدی ہی دنیا پر واضح ہوگئی اس سے پہلے کہ حضرت علیؑ سے امامت امام حسنؑ تک منتقل ہوتی خود حضرت علیؑ کے زمانہ میں جس وقت لوگ امام علیؑ کی بیعت کررہے تھے امام حسنؑ کا سازگار کردار بخوبی محسوس کیا جارہا تھا اور جو حضرت علی کی شہادت کے بعد اپنے عوج و بلندی کو پہونچ گیا، جو ذمہ داریاں امام حسنؑ کو سونپی جاتی تھیں ان کو آپ بہت ہی خوش اسلوبی اور دور اندیشی و شائستگی سے انجام دیتے تھے. اگر ہم امام حسنؑ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوجائیگا کہ امامؑ کا کردار دو مرحلوں میں ایک دوسرے کا مکمل اور ایک اہمیت کا حامل ہے:-

پہلا مرحلہ:

اپنے والد بزرگوار حضرت علیؑ کے دوران امامت میں:

حضرت علیؑ کے دوران امامت میں امام حسنؑ کی روش حضرت علیؑ کی اطاعت اور پیروی میں ایک منفرد حیثیت کی تھی اور امام حسنؑ کی روش اپنے والد بزرگوار سے صرف اس طرح کی نہیں تھی کہ ان کے بیٹے تھے بلکہ وہ ایک فرمانبردار سپاہی ہونیکے ساتھ ساتھ اپنے تمام فرائض میں چاہے وہ اطاعت ہو چاہے نظم ہو اور چاہے اپنے فرائض کا احساس اپنے والد امامؑ کے ہمیشہ مطیع رہتے تھے۔

اس لحاظ سے حضرت علیؑ کے حساس دور امامت میں آپ کے کردار نے رہبر کی اطاعت و پیروی کے مفہوم کو مجسم کیا۔

اب ہم آپ کے ان فرائض اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ جو آپ کی زندگی کے اس مرحلہ میں آپ پر عائد ہوئی تھیں۔

(الف) : جب امام علیؑ کی لشکرگاہ بصرہ میں طلحہ و زبیر کی بغاوت اور شورش سے حملے ہونے لگی اور دوسری طرف سے منافقین کا وہ گروہ جو معاویہ کی سربراہی میں امام علیؑ کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا تھا اس وقت امیرالمؤمنینؑ نے حق کے دفاع کیلئے اور اس جنگ کی آگ کو خاموش کرنے کے لئے جو چند لوگوں کی وجہ سے بھڑک اٹھی تھی کوفہ کے لوگوں کی ضرورت محسوس کی اس کام کے لئے امیر المؤمنینؑ نے امام حسنؑ کے ساتھ عمار یاسرؓ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا امام حسنؑ اپنے والد بزرگوار کا وہ خط جو وہ ابو موسیٰ اشعری کے پاس لیکر آئے تا کہ اس کو اس کے منافقانہ انداز سے باز رکھا

جائے جو وہ لوگوں کو امیرالمؤمنینؑ کی مدد سے روک رہا تھا اور حق سے انحراف کرنے کیلئے لوگوں کو ابھار رہا تھا۔

جسوقت امام حسنؑ کوفہ پہونچے تو کوفہ کے لوگوں کا ایک سیلاب یر میر المؤمنینؑ کی مدد و نصرت کیلئے امڈ آیا امامؑ نے ایک پر زور تقریر کی جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا کہ لوگوں کی سوئی ہوئی جوانمردی اور فداکاری ایک بار پھر بیدار ہوگئی اور امامؑ نے لوگوں کو پرچم جہاد بلند کرنے کی تشویق دلائی ،اس وجہ سے امام حسنؑ کو اسلام کے دفاع کی غرض سے لوگوں کو آمادہ کرنے اور اسلامی حکومت کو پائیدار کرنے میں آپ نے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی جنگ جمل کو تمام ہوئے ابھی چند ہی روز گذرے تھے کہ شام کے فوجیوں نے صفین کیطرف پیش قدمی شروع کردی امیر المؤمنینؑ کو جب بنی امیہ کے لشکریوں کی اس پیش قدمی کی خبر ملی تو آپ نے اپنے فوجیوں کو اس خبر سے آگاہ کیا اور ان سے مشورہ مانگا سب نے ایک زبان ہوکر امامؑ کے ساتھ وفاداری کا عہد کرلیا اس وقت لوگوں کے درمیان سے امام حسنؑ اٹھے اور ان فوجیوں کو جنگ کے لئے ابھارنے کی غرض سے فرمایا:۔

الحمد لله لا اله غیره ، وحده لاشریک له ، و اثنی علیه بما هو اهله ان مما عظم الله علیکم من حقه ، و اسبغ علیکم من نعمته ما لا یحصی ذکره ، و لا یؤدی شکره و لا یبلغه صفة و لا قول و نحن انما غضبنا لله فانه منّ علینا بما هو اهله ان نشکر فیه آلائه و بلائه و نعمائه قولاً یصعد الی الله فیه الرضا و تنتشر فیه عارقة الصدق

یصدق اللہ فیہ قولنا و نستوجب فیہ المزید من ربنا ، قولاً یزید و لا یبید فانہ لم یجتمع قوم قط علی امر واحد الا اشتد امرھم و استحکمت عقدتھم فاحتشدوا فی قتال عدوکم ، معاویۃ و جنودہ فانہ قد حضر ، ولا تخاذلوا ، فان الخذلان یقطع نیاط القلب ، وان الاقدام علی الاسنۃ نجدہ و عصمۃ ، لانہ لم یمتنع قوم قط الا رفع اللہ عنھم العلۃ و کفاھم حوائج الذلہ و ھداھم الی معالم الملۃ (۱۰)

ساری تعریفیں اس خدا کیلیئے ہیں جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے میں خدا کی حمد و ثنا یوں کرتا ہوں جس طرح سے حمد و ثنا کرنے کا حق ہے خداوند عالم کے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں اور جو نعمتیں اس نے تمہیں دی ہیں وہ بے حساب ہیں جن کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا اور جو صفات و بیان میں نہیں آسکتیں ہمارا غصہ خداوند کے لئے ہے اور خداوں کریم نے ہم پر احسان کیا ہے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کی نعمتوں آزمائشوں اور عنایتوں کا شکریہ ادا کریں یہ تمام باتیں خدا کی خشنودی اور اس کی رضایت کی نشانی ہیں اور اس میں صداقت پائی جاتی ہے خداوند کریم ہماری باتوں کی تصدیق کرتا ہے اور ہم خدا سے چاہتے ہیں کہ ہماری اس صداقت میں اضافہ فرمائے ایسا کلام جس میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ نابود نہیں ہوتا . کوئی انسان بھی کسی دوسرے سے کسی موضوع پر متحد نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کا کام اور اس کا عہد و پیمان محکم ہو تم لوگ اپنے دشمن یعنی (معاویہ اور اس کے ساتھیوں) سے جنگ کرنے کے لئے جمع ہو سستی سے کام نہ لوا

س لئے کہ سستی (جذبات) قوت قلب کو ختم کردیتی ہے جنگ کیلئے نکل پڑنا اور اپنے اسلحہ پر بھروسہ کرنا آبرومندی و عزت و سلامتی کی نشانی ہے وہ لوگ جو سستی اور پستی کو بروئے کار نہیں لاتے خداوند عالم ضعف و ناتوانی کو ان سے دور کردیتا ہے اور انہیں آئین الٰہی کا پیرو کار بنا دیتا ہے۔

امام حسنؑ کی گفتگو لوگوں سے اس سلسلے میں تھی کہ لوگ اپنی صفوں کو منظم کرسکیں اور کلمۂ اتحاد کو اپنا سرنامۂ عمل قراردے تاکہ حق کا گروہ اس منحرف گروہ کے مقابل ڈٹ جائے جس کی سربراہی معاویہ اور کچھ مطلب پرست افراد کر رہے ہیں.

(ج) :۔ امیر المؤمنین علیؑ نے حکمیت کی مخالفت کی تھی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ سراسر دھوکہ ہے ابو موسیٰ کے اس بناوٹی حکمیت کی شکست سے امامؑ کے لشکر میں اضطراب پھیل گیا اور اور امامؑ کا گروہ چند دستوں میں تقسیم ہوگیا اور بعض لوگوں نے گستاخانہ کلمات بھی ادا کئے امامؑ نے ارادہ کرلیا کہ لوگوں کے سامنے حقیقت حال روشن کردینی چاہیئے لہٰذا آپ نے اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا اے بیٹا کھڑے ہو اور عبداللہ بن قیس (ابو موسی اشعری) اور عمرو بن عاص کی حقیقتوں کو لوگوں کے سامنے پیش کردو امام حسن اٹھے اور اس طرح فرمایا:۔

یا ایھا الناس قد اکثرتم فی ھذین الرجلین ، انما بعثا لیحکما بالکتاب علی الھدی ، فحکما بالھوی علی الکتاب ، و من کان ھکذا لم یسم حکماً و لکنہ محکوم علیہ

، و قد اخطا عبد اللہ بن قیس از جعلها لعبد اللہ بن عمر ، فاخطا فی ثلاث خصال ، واحدة انه خالف اباه اذ لم یرضه لها ، و لا جعله فی اهل الشوری ، و اخری انه لم یستامره فی نفسه ، و ثالثها ، انه لم یجتمع علیه المهاجرون و الانصار الذین یعقدون الامارة و یحکمون بها علی الناس ، و اما الحکومة ، فقد حکم النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم سعد بن معاذ ، فحکم بما یرضی اللہ به ، ولا شک لو خالف لم یرضه رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم (۱۱)

اے لوگوں ان دونوں آدمین کے بارے میں تم لوگوں نے بہت سی باتیں کہی اور سنی ہیں ان دونوں کو قرآن کی اساس و بنیاد پر منتخب کیا گیا تھا تاکہ راہ راست اختیار کریں لیکن انہوں نے قرآن کریم کو اپنے ذاتی مفاد کیلئے استعمال کیا اور جو بھی اس طرح کے کام انجام دیتا ہے وہ حکَم نہیں ہوتا بلکہ اپنے خواہشات اور ہوا و ہوس کا تابعدار ہوتا ہے عبداللہ بن قیس نے عبداللہ عمر کو حکومت دینے میں غلطی کی ہے اور عبداللہ بن عمر تین مرتبہ غلطیوں سے دوچار ہوچکا ہے قیس نے اپنے باپ کی مخالفت کی تھی اور عمر اس کی خلافت پر راضی نہیں تھا اور اس کو انتخابی کمیٹی کا رکن قرار نہیں دیا تھا ، دوسرا اس نے اپنے باپ سے خلافت کے سلسلے میں مشورہ نہیں کیا ، تیسرا وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے خلیفہ کا تعین کرتے تھے اس کے بارے میں متفق نہیں تھے۔

لیکن خدا پسند حکمیت کے بارے میں یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ رسول

خداؐ نے سعد بن معاذ کو بنی قریضہ کے واقعہ میں حَکَم قرار دیا اور انہوں نے جس طرح خدا چاہتا تھا اس طرح سے حُکم کیا اس لئے کہ اگر وہ خداوند کریم کے منشاء کے مطابق حُکم نہ کرتے رسول خداؐ کبھی اسے قبول نہ کرتے۔

اس طرح سے امام حسنؑ نے حقائق سے پردہ اٹھادیا اور حاکمیت کی تمام داستان لوگوں کے سامنے پیش کردی اور ابو موسیٰ اشعری کی غلطیوں کو جو امیر المؤمنینؑ کے سپاہیوں کی نادانی اور کج فہمیوں کی وجہ سے منتخب ہوئے آشکار کردیا ابو موسیٰ اشعری اپنے زمانے میں کج فکری و کم عقلی میں مشہور تھا ،امام حسنؑ نے ابو موسیٰ اشعری کے اشتباہات اور غلطیوں کا ایک اور نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور وہ یہ کہ امیر المؤمنینؑ کو چاہیئے کہ وہ خلافت سے دستبردار ہوجائیں اور عبداللہ بن عمر خلیفۃ المسلمین بن جائے ،اس کا یہ عمل حکمیت کی غلطی کے علاوہ دوسری غلطیوں کا باعث بھی بنا منجملہ :۔

۱۔ عمر نے جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اس شوریٰ میں جو خلیفہ کے انتخاب کے لئے چھ آدمیوں پر مشتمل تھی اپنے بیٹے کو نہ رکھا اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ان کا بیٹا لوگوں پر حکومت کرنے کا اہل نہیں ہے۔

۲۔ اس زمانے میں بیعت مہاجرین و انصار کی پیروی میں ہوئی تھی اور اندازہ یہ تھا کہ پہلے وہ خود کسی شخص کو خلافت کیلئے منتخب کرتے تھے پھر عوام آکر اسکی بیعت کرتے تھے اصل نکتہ یہاں پر یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے کس طرح سے مہاجرین و انصار کے بغیر ہی عبد اللہ بن عمر کو اس کام

کیلئے منتخب کرلیا؟

۳۔ جسوقت ابو موسیٰ اشعری نے عبداللہ بن عمر کو منتخب کیا تو خود عبد اللہ بن عمر سے مشورہ نہیں کیا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ عبداللہ بن عمر بھی اس کی یہ پیش کش قبول کریگا یا نہیں جبکہ عبد اللہ بن عمر خود بھی اس مسئلہ سے بے خبر تھا، اس کے بعد امام حسنؑ نے خدا پسند حکمیت کا نمونہ اس طرح سے پیش کیا کہ رسول اسلامؐ نے سعد بن معاذ کو بنی قریظہ کے مسئلے کے لئے منتخب کیا اور اس کی وضاحت کا اظہار بھی کردیا کہ خدا چاہتا ہے کہ بنی قریظہ کے مردوں کو ہلاک کردیا جائے اور ان کے اہل خاندان کو اسیر کرلیا جائے۔ اس کے علاوہ امام حسنؑ کے بہت سے کارنامہ ہیں جیسے انہوں نے حضرت علیؑ کے ہمراہ جنگ صفین اور جمل میں شرکت کی اور اپنی تمام ذمہ داریوں کا بخوبی انجام دیا.

ان جنگوں میں حاضری کے امامؑ کا مقصد یہ تھا کہ آتش فتنہ کو خاموش کیا جائے اور اسلام کا دفاع کیا جا سکے یہ وہ چند مواقع ہیں جن میں حضرت علیؑ کے دور حکومت میں امام حسنؑ نے دنیائے اسلام کے سامنے اپنی ہادیانہ زندگی کا پہلا مرحلہ پیش کیا.

دوسرا مرحلہ:

امام حسن کا دور امامت:۔

امام حسنؑ کی ذمہ داری کا دوسرا مرحلہ اس وقت سے شروع ہوا جب

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو اپنے بعد کے لئے لوگوں کا امام مقرر کردیا۔
حضرت علیؑ جب ابن ملجم کے ہاتھوں زخمی ہوئے تو آپؑ نے امام حسن سے وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

یا بنیّ انه امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم ان اوصی الیک و ادفع الیک کتبی و سلاحی، کما اوصی الی و دفع الی کتبه و سلاحه، و امرنی ان آمرک اذا حضرک الموت ان تدفعها الی اخیک الحسین ... ثم اقبل علی ابنه الحسین فقال، و امرک رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله و سلم ان تدفعها الی ابنک ہذا، ثم اخذ بید علی بن الحسین و قال له، و امرک رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله و سلم ان تدفعها الی ابنک محمد بن علی، فاقرئه من رسول اللہ و منی السلام۔(۲)

اے میرے فرزند رسول خداؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تم کو اپنا وصی و جانشین بناؤں اور اپنے صحائف (کتابوں) اور اپنے اسلحوں کو تمہارے سپرد کردوں جس طرح سے رسول خداؐ نے مجھے اپنا وصی و جانشین بنایا تھا اور اپنے اسلحے اور کتابیں میرے حوالے کیں تھیں اسی طرح سے نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تمہاری شہادت کا وقت قریب آجائے تو تم بھی ان تمام چیزوں کو حسینؑ کے حوالے کردینا اس کے بعد امام حسینؑ سے فرمایا کہ جب تمہاری شہادت کا وقت قریب آجائے تو ان تمام چیزوں کو اپنے اس فرزند (امام سجادؑ) کے حوالے کردینا پھر امام زین العابدینؑ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے فرمایا کہ اپنے بعد یہ امانتیں اپنے بیٹے امام باقرؑ کے حوالے کردینا اور انکو میرا اور

رسول خداؐ کا سلام پہونچادینا.

اس کے بعد امیرالمؤمنینؑ نے حسنینؑ اور محمد حنفیہ اور اپنے دوسرے بیٹوں اور اپنے شیعوں کے ایک گروہ کو جن میں بزرگ شخصیات شامل تھیں قریب بلاکر اپنی وصیت کا گواہ بنایا .

حضرت علیؑ کی حیات آخری حصہ ان کی ان بیش بہا وصیتوں سے پُر ہے کہ جو آپؑ نے حق کو پائیدار اور محکم رکھنے کیلئے اور شمع حق کو باقی رکھنے کیں تھیں اور آپ کے مخاطب اکثر موارد پر امام حسنؑ ہی رہے تاکہ اس سے امام حسنؑ کی جانشینی اور امامت پر مزید تاکید ہوسکے.

حضرت علیؑ کی رحلت کے بعد کوفہ کے لوگ جو اس اندوہناک المیہ سے دوچار ہوئے تھے مسجد کوفہ میں جمع ہوگئے ۔ امام حسنؑ لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور ایک پر زور تقریر کی ان کی یہ تقریر امام علیؑ کے بعد پہلی تقریر تھی جو آپ نے اس طرح سے کی

لقد قبض فی هذه الليلة رجل لم يسبقه الاولون بعمل ، و لم يدركه الآخرون بعمل ، لقد كان يجاهد مع رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم فيقيه بنفسه و كان رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم بوجهه برايته فيكنفه جبرئيل عن يمينه و ميكائيل عن شماله ، لا يرجع حتى يفتح الله على يديه ، و لقد توفى فى هذه الليلة التى عرج فيها عيسى بن مريم عليه السلام و قبض فيها يوشع بن نون وصى موسىٰ عليه السلام و ما خلف صفراء و لا بيضاء الا سبعمائة درهم فضلت من عطائه .

آج کے دن ایسی بزرگ شخصیت دنیا سے اٹھ گئی ہے اور نہ ہی ان کے پہلے کوئی شخص اور نہ ان کے بعد کوئی شخص ان کے اعمال کی بلندیوں تک پہونچ سکتا ہے وہ ہر جنگ میں رسول اسلامؐ کے ساتھ شانہ بشانہ رہے اور اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر رسول اسلامؐ کی حفاظت کرتے رہے نبی کریمؐ پرچم اسلام کو ان کے سپرد کردیتے تھے اور جبرئیل و میکائیل ان کے دائیں بائیں جانب سے ان کی حفاظت کرتے تھے اس وقت تک میدان جنگ سے واپس نہیں آتے تھے جب تک کہ خداوند کریم ان کو اور مسلمانوں کو کامیابی نہیں بخش دیتا تھا اور وہ اس دن دنیا سے رخصت ہوئے ہیں کہ جس دن حضرت عیسیٰؑ نے غیبت اختیار کی اور یوشع بن نون نے جو کہ حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے وفات پائی اور کل رقم جو ہمیں اپنے والد سے بطور ترکہ ملی ہے وہ سات سو درھم سے زیادہ نہیں ہے (۱۳)

امامؑ نے یہاں پر اپنی تقریر کو روک دیا اور اس عظیم انسان کو یاد کرکے گریہ کرنے لگے امامؑ کو دیکھ کر تمام حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ اس کے بعد امامؑ نے اس طرح سے آغاز کیا:

ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی و لم یعرفنی ، فانا الحسن بن علی ، و انا ابن النبی و انا ابن الوصی و انا ابن البشیر النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ ، و انا ابن السراج المنیر و انا من اھل البیت الذی کان جبرئیل ینزل الینا ، و یصعد من عندنا ، و من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً ، و انا من اھل بیت افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم ، فقال تبارک و تعالی لنبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم ، قل لا اسالکم علیه اجراً الا المؤدة فی القربی ، ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا ، فاقتراف الحسنة مودتنا اهل البیت ...(۱۴)

اے لوگو جو مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے لیکن جو مجھے نہیں جانتا ہے وہ پہچان لے کہ میں حسن بن علیؑ ہوں میں نبی خدا کا اور انکے جانشین کا فرزند ہوں میں بنی بشیر و نذیر کا فرزند ہوں میں خدا کی طرف دعوت کرنیوالے کا فرزند ہوں میں روشنی دینے والا چراغ ہوں میں اس خانوادہ کا فرزند ہوں کہ جبرئیل ہم پر نازل ہوتے اور اوپر جاتے تھے میں اس خاندان سے ہوں کہ اگر خداوند کریم نے جس سے ہر نجاست کو دور رکھا ہے اور جس خاندان کو ہمیشہ پاک و پاکیزہ رکھا ہے میں اس خاندان سے ہوں کہ خدا نے جس کی دوستی تمام مسلمانوں پر واجب قرار دی ہے اور اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المؤدة فی القربی و من یقترف حسنة نزر له فیها حسنا (۱۵)

اگر نیکیاں حاصل کرنا چاہتے ہو تو صرف اہل بیت سے محبت رکھو۔

امام حسنؑ نے اپنے بیان سے امام علیؑ کی شائستہ خصوصیات کو لوگوں پر واضح کردیا اور جہان اسلام کیلئے منزلت امیرالمؤمنین کو روش کردیا اور بتادیا کہ اگر مسلمانوں کی کشتی کو حق کی طرف لیجانے والا کوئی تھا تو وہ حضرت علیؑ ہی کی ذات اقدس تھی۔

ابھی امام حسنؑ کی یہ تقریر اختتام کو بھی نہ پہونچی تھی کہ ابن عباسؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو امام حسنؑ کی بیعت کی طرف رغبت دلائی اور

لوگوں نے امام حسن کی بیعت کرلی.

کوفہ میں خلیفہ اور امیرالمؤمنینؑ کی حیثیت سے امام حسنؑ بیعت کر لی گئی تو دوسرے مقامات کے لوگ بھی آکر آپ کی بیعتؑ کرنے لگے اور حضرت علیؑ کی شہادت کی خبراور امام حسنؑ کی جانشینی کی خبرایک دوسرے کے ذریعہ میں پھیل گئی معاویہ خبر شہادت حضرت علیؑ کو سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے دارالحکومت میں بہت بڑا جشن کیا.

لیکن امام حسنؑ کی بیعت نے معاویہ کو ہلاکر رکھ دیا اس نے اپنے مشیروں اور راز داروں اور بزرگوں کو ایک خاص جلسہ میں آنے کی دعوت دی تاکہ ان حوادث کے بارے میں جو امام حسنؑ سے مقابلہ کرنیکے لئے تبادلہ خیال کیا جاسکے.

شوریٰ میں شرکت کرنیوالوں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ چند جاسوسوں کی مدد سے امام حسنؑ کے خلاف خوف و ہراس پھیلایا جائے جو شام کی حکومت کے فائدہ میں ہو اور اس غرض کے لئے ان جاسوسوں کو کوفہ بھیجا جائے اسی کے ساتھ بنی امیہ کی کوشش یہ تھی کہ عراق کے بڑے اور بااثر افراد کو اپنی طرف ملا لیا جائے امویوں نے اس سلسلہ میں رشوت ، پرفریب دعدوں تحفوں اور دھمکیوں سے کام لیا، معاویہ اپنے ناپاک ارادوں کو فوراً بروئے کار لایا اور اس نے جاسوسوں کا ایک بڑا گروہ تشکیل دیا اور اپنے دو سب سے زیادہ چالاک شاطر آدمیوں کو جن میں سے ایک کا نام "حمیری" تھا اس کو

کوفہ بھیج دیا اور دوسرا جس کا نام "قینی" تھا اس کو بصرہ روانہ کیا۔
حکومت کے نظام کو مستحکم کرنیکے لئے کئے گئے امام حسنؑ کے ابتدائی اقدامات باعث ہوئے کہ بنی امیہ کی سازش بہت جلد آشکار ہوگئی امام حسنؑ نے معاویہ کے برے ارادوں سے آگاہ ہونیکے بعد معاویہ کو اس طرح سے خط لکھا:

اما بعد فانک دسست الی الرجال ، کانک تحب اللقاء ، لا اشک فی ذالک فتوقعه ان ساء الله، و بلغنی عنک انک شمت بما لم یشمت به ذوالحجی ، و انما مثلک فی ذالک کما قال الاول،

فانا و من قد مات منا کالذی　　　یروح فیمسی فی المبیت لیغتدی

فقل للذی یبقی خلاف الذی مضی　　　تجهر لاخری مثلها فکان قد

اما بعد تم نے چند افراد کو بطور جاسوس میری طرف روانہ کیا گویا کہ تم مجھ سے جنگ کرنا چاہتے ہو مجھے اس میں کوئی تردد و اعتراض نہیں اور تم بھی اس کا انتظار کرو مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے ایسی بری باتیں جن سے عقلمند پرہیز کرتے ہیں کہی ہیں تمہاری مثال ایسی ہی ہے جیسے ان اشعار میں کہا گیا ہے کہ اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے ہم سے پہلے زندگی کو خیر باد کہا ہے اس مسافر کی کے مانند ہیں جو رات میں سورج کے طلوع ہونکے انتظار میں کہیں رک جاتا ہے لہذا جو مرنے سے بچ گئے ہیں ان کو بتاؤ کہ مرنے کیلئے آمادہ ہوجائیں اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کے لئے گویا اب کا وقت آن پہونچا

ہے۔

معاویہ امام حسنؑ کے خط کا جواب جواب لکھتے ہوئے ان بدگوئیوں کا اور جسارت کا جو اس نے امام علیؑ کی شان مبارک میں کیں تھی انکار کردیا اس طرح سے امامؑ اور معاویہ کے درمیان خطوں کا تبادلہ ہونے لگا۔

جن میں سب سے اہم خط وہ تھا جس میں آپؑ نے معاویہ کو تفرقہ اندازی سے روکا تھا اور کہا تھا کہ وہ انکے پرچم حق کے سایہ میں آجائے لیکن رفتہ رفتہ باتیں تند ہوئیں یہاں تک کہ معاویہ نےامام حسنؑ کو خط میں لکھا کہ آپؑ حکومت سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور اس کے تحت فرمان آجائیں تا کہ وہ ان کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کردے۔

ذرا ایسی چیز کے لئے معاویہ کا فریب اور نیرنگ بازی ملاحظہ فرمائیں جس کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا!!

دوسری طرف سے امامؑ نے ایک مختصر سا خط لکھا جو استقامت و دوراندیشی سے پر تھا آپ نے معاویہ کے جواب میں لکھا:

اما بعد فقد وصل کتابک تذکر فیہ ما ذکرت ، و ترکت جوابک .... ، و باللہ اعوذ من ذلک ، فاتبع الحق تعلم انی من اهلہ ، و علیّ اثم ان اقول فاکذب والسلام ،

اما بعد ، تمھارا خط ملا جو تم چاہتے تھے ان کو تم نے ذکر کردیا لیکن جو میں نے جواب طلب کیا تھا وہ تم نے نہیں لکھا میں ان کاموں سے خدا سے پناہ

مانگتا ہوں اور تم سے تقاضا کرتا ہوں کہ حق کی پیروی کرو اور تم یہ بخوبی جانتے ہو کہ میں حق پر ہوں اور دروغ گوئی کو گناہ سمجھتا ہوں اور اپنی باتوں پر جما رہوں گا والسلام۔

اس کے بعد کسی خط کا بھی تبادلہ نہیں ہوا فوجی نقل و حرکت شروع ہوئی اور آخر کار اعلان جنگ ہوگیا۔

معاویہ نے پہلے جنگ کا اعلان کیا پھر اپنے سپاہیوں کو عراق کی طرف روانہ کردیا بنی امیہ کی فوج کی پیش قدمی کی خبر پوری اسلامی مملکت میں پھیل گئی اور امام حسنؑ دشمن کے خلاف اعلان دفاع کردیا، امام حسنؑ نے لوگوں کو عام پیغام دیا کہ لوگ اس مقدس دفاع کے لئے آمادہ ہوجائیں آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:۔

اما بعد فان اللہ کتب الجہاد علی خلقہ و سماہ کرھاً ثم قال لاھل الجہاد اصبروا ان اللہ مع الصابرین، فلستم ایھا الناس نائلین ما تحبون الا بالصبر علی ما تکرھون، فاخرجوا رحمکم اللہ الی معسکرکم بالنخیلہ حتی ننظر و تنظرون و نری و ترون (۱۴)

اما بعد خداوند عالم نے اپنے بندوں کیلئے جہاد مقرر کیا ہے اور اس کو (کُرہ ــــ ناپسندیدہ) کا نام دیا ہے اس کے بعد جہاد کرنیوالوں سے فرمایا کہ تم لوگ بردباری اور تحمل سے کام لینا اس لئے کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے تم لوگ اپنی لشکر گاہ نخیلہ چلے جاؤ اب ہم تم لوگوں سے وہیں پر

ملاقات کریں گے.

لیکن افسوس کہ جس اجتماع سے آپ خطاب فرمارہے تھے وہ مکمل طور پر بنی امیہ کے مکر و حیلے کے پروپگنڈوں کے زیر اثر تھا اور بجائے اس کے وہ لوگ حق و اسلام کے دفاع کے لئے اٹھتے کو آشکار کرتے سستی اور خوف و ہراس کا شکار ہوگئے اور امامؑ کی حمایت اور مدد سے منحرف ہوگئے انہوں نے امامؑ کی دعوت جنگ کو اپنے بیجا بہانوں کی نذر کردیا راحت طلبی اور بنی امیہ کی خشنودی ان کے وجود سے آشکار ہورہی تھی بنی امیہ کی بذل و بخشش نے ایک گروہ کو اپنے فریب میں جکڑ لیا امام حسنؑ جب اپنے سپاہیوں کی اصلیت سے آگاہ ہوگئے وہ اپنے فوجیوں سے ناامید ہوگئے.

ان لوگوں کے دل بنی امیہ کے صرف ایک ہلکے سے جھٹکے سے مردہ ہوچکے تھے اور جذبات و احساسات خوشحالی و شادابی کھوچکے تھے اور ایمان کے ضعف و ناتوانی کے سبب فتنہ و فساد کے مقابل دین الٰہی کی حفاظت میں اسنے تاریخی فریضہ اور اس روش کی اہمیت سے غافل ہوچکے تھے جس کی قیادت امام حسنؑ فرمارہے تھے اور جو ایک شاخص کے عنوان سے وحی کے ذریعہ رسول اکرمؐ پر نازل ہوئی تھی.

ان وحشت زدہ لوگوں کے درمیان سے اسلام کے سچے وفاداروں کی فریادیں بلند ہونے لگیں انہوں نے اپنے خالص ایمان و اخلاص کا اظہار کیا اور اس سست اور آرام طلب گروہ کو جنہوں نے صرف اپنی آرام طلبی کی خاطر

اپنے آپکو ذلت کے اندھیرے کنویں میں ڈال دیا تھا سرزنش کرنے لگے اور پوری شجاعت و دلیری کے ساتھ ان کے ارادوں پر تنقید کی.

اس با ایمان گروہ میں جو نمایاں شخصیتیں پیشاپیش تھیں ان میں وہ عدی بن حاتم، سعد بن عبادہ، معقل بن قیس، زیاد بن صعصعہ تمیمی، اس باایمان گروہ نے ان عہد شکن لوگوں کی شدت سے مخالفت کی اور ان کو اپنے دینی فرائض کی انجام دہی کے لئے ابھارا.پھر وہ لوگ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سامنے عہد کیا کہ ہم آپ کی مدد و حمایت کرینگے اور دین حق کی مدد سے اور فتنہ پروروں کی سرکوبی سے باز نہ آئیں گے.

امامؑ نے بھی ان کے صادقانہ عہد و پیمان کی تعریف کی اور ان لوگوں سے اس طرح سے فرمایا:

صدقتم رحمکم الله ، مازلت اعرفکم بصدق النیة و الوفاء والقبول والمؤدة الصحیحة ، فجزاکم الله خیراً

خداوند کریم آپ لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے آپ لوگوں نے سچ کہا کہ میں پہلے سے آپ لوگوں کی وفاداری اور دیانتداری کو جانتا ہوں آپ لوگ حق سے دوستی اور اسے قبول کرنے سے دستبردار نہیں ہوئے خداوند کریم آپ کو اس کی جزا عطا کرے.

امامؑ کے وفادار ساتھی فوراً نخیلہ کی طرف روانہ ہوگئے اور امامؑ کے فرمان کے مطابق وہاں جاکر ٹھہرگئے امامؑ بھی ان کے پیچھے پیچھے جنگجو سپاہیوں کے

ساتھ جنکی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے روانہ ہوئے اس امید کے ساتھ کہ بقیہ لوگ بھی ان سے آملیں گے ، امامؑ کو یہ امید تھی کہ لوگ حق کی نصرت پر آمادہ ہو جائیں گے اور اسلام کے دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوں لیکن لوگوں کی اس بے توجہی اور اسلام سے کنارہ کشی کی بناپر امامؑ دوبارہ کوفہ کی طرف واپس پلٹ گئے تاکہ لوگوں کو راہ حق میں جنگ کے لئے تشویق دلائیں اس طرح امامؑ نے ایک بڑا لشکر آمادہ کرلیا لیکن یہ لشکر ہمت کے اعتبار سے بہت ضعیف اور ناتوان تھا اور تفرقہ اندازی کا شکار ہو چکا تھا۔

جب امامؑ مقام نخیلہ پر پہونچے تو اپنے لشکر کو منظم اور نقشہ جنگ کو جو ان کی نظر میں تھا اپنی فوج کے سپہ سالار سے بیان کیا اس کے بعد آپ دیر عبد الرحمٰن کی طرف وہاں یہ فیصلہ کیا کہ مقدمۃ الجیش کے عنوان سے فوج کے ایک گروہ کو آگے روانہ کریں اپنے چچا زاد بھائی عبیداللہ بن عباس کو اس لشکر کا سپہ سالار منتخب کیا امامؑ نے اپنے حکم نامہ میں عبیداللہ کو یوں لکھا:

یابن العم انی باعث معک اثنی عشر الفاً فیھم فرسان العرب ، و قراء المصر ، الرجل منھم یزید الکتیبۃ ، فسربھم و الن لھم جانبک و ابسط لھم وجھک ، وافرش لھم جناحک ، و ادنھم من مجلسک فانھم بقیۃ ثقات امیرالمؤمنین ، و سر بھم علی شط الفرات ، ثم امض حتی تستقبل بھم جیش معاویہ فان انت لقیتہ فاحتبسہ حتی آتیک فانی علی اثرک و شیکا ، ولیکن خبرک عندی کل یوم ، وشاور ھذین قیس بن سعد و سعید بن قیس و اذا لقیت معاویۃ فلا تقاتلہ حتی

یقاتلک ، فان فعل فقاتله وان اصبت فقیس بن سعد علی الناس ، فان اصیب فسعید بن قیس علی الناس۔

اے میرے چچا زاد بھائی میں نے تمہارے ساتھ ۱۲۰۰۰ سپاہیوں کو بھیجا ہے جن مین شجاعان عرب اور مصر کے قاری بھی موجود ہیں ان کا ایک آدمی ایک ہزار پر بھاری ہے اس کے ساتھ روانہ ہوجاؤ اور ان کے ساتھ نرمی، خوشروئی اور تواضع سے پیش آنا اور ان کو اپنا نزدیکی قرار دینا اس لئے کہ یہ لوگ یاران امام علیؑ کے بقیہ بچے ہوئے وفادار لوگ ہیں نہر فرات کی طرف جاؤ اور اپنے سفر کو جاری رکھنا یہاں تک کہ معاویہ کے لشکر تک پہونچ جاؤ اور اگر معاویہ سے مقابلہ ہوجائے تو اس کو روکے رکھنا میں تم سے زیادہ فاصلہ پہ نہیں ہوں ہر روز مجھ سے رابطہ برقرار رکھنا ان دو افراد قیس بن سعد اور سعید بن قیس سے مشورہ کرتے رہنا اگر معاویہ سے سامنا ہوجائے تو اس سے لڑنا نہیں لیکن اگر وہ خود تمہیں مجبور کرے تو اس کام سے دریغ بھی مت کرنا اور اگر جنگ کا آغاز کردے تو تم بھی جنگ شروع کردینا اگر تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے تو قیس بنی سعد کو اپنا جانشین بنادینا اور انکے بعد سعید بن قیس سپہ سالار لشکر ہوں گے

اس مقدمۃ الجیش نے مقام مَسکَن پر جو عراق کے دریا کے کنارے واقع ہے قیام کیا جسوقت امامؑ نے روانگی فرمائی اس وقت یہ سپاہیوں کا گروہ مَظلَم ساباط جو کہ شہر مدائن کے نزدیک ہے پہنچ چکا تھا ابھی تھوڑی مدت ہی گزری

تھی کہ لشکر اور سردار کی طرف سے ایسے حالات پیدا ہوئے جنہوں نے امامؑ کو صلح نامہ پر دستخط کرنے کیلئے مجبور کیا یہ صلح نامہ بعض محققین کے نزدیک جنہوں نے امام حسنؑ کی زندگی کے بارے میں تحقیق کی ہے مکمل طور پر واضح نہیں ہے اور اس کے شرائط مکمل طور پر واضح نہیں ہیں اس کے اسباب و علل و نتائج بھی بیاں نہیں ہوئے ہیں اس وجہ سے ہم آنیوالی فصل میں صلح کے موضوع پر نقد و تبصرہ کریں گے تاکہ حقیقت سے آگاہی حاصل کی جاسکے اور امام کی زیرکی و دانائی مزید واضح ہوسکے

صلح اور اسکے شرائط

جب سے امام حسنؑ کی حیات کے واقعات خواہ وہ ان کے بابا حضرت علیؑ
کے زمانے کے ہوں یا خود ان کے دوران امامت کے ہوں ہم نے دیکھا کہ
آپؑ کی شخصیت آپ کی قوت ارادی اپنے بلند عزم و حوصلہ آہنی اور مدارج
کو پہونچی ہوئی تھی اور سرعت عمل کی پائیدار بھی بے نظیر تھی جس کی
تفصیل ہم تاریخ کے ذریعہ سے بھی حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ وہ
کردار جو آپ نے کوفہ کے لوگوں کو جنگ جمل کے لئے ابھارنے میں ادا کیا تھا
میری بات کی تائید کرتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے کس طرح لوگوں کو
معاویہ کی سرکوبی کے لئے آمادہ کیا اور حکمیت کے قضیہ کے بعد اپنے پدر
بزرگوار کے لشکر میں کس طرح تقریر فرمائی.

اپنی امامت کے زمانے میں امام حسنؑ اسی عزم و حوصلہ و ٹھوس ارادے
کے مالک ،دور اندیش اور دور بین تھے کہ جس طرح اپنے والد ماجدؑ کے زمانہ
حکومت میں تھے جب منصب حکومت آپؑ تک منتقل ہوگیا تو آپؑ نے

فوراً اس کی بنیادیں مضبوط کرنے میں مشغول ہوئے اور حکومت کے ثبات کے لئے شام کے فتنہ کو خاموش کرنے پر تاکید کرتے تھے.

ایسی حالت میں آپ کو معاویہ کے مکر و فریب اور اس کی سازشوں کا سامنا کرنا پڑا اور معاویہ ایسے شخص کے ساتھ اس طریقہ سے جنگ کرنے آیا جو حق کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں پہچانتا تھا اور اس نے ایک لمحہ کے لئے بھی باطل کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا تھا.

لیکن جو حالات باطل کی طرف سے امامؑ کے لئے پیدا کئے گئے تھے اور امامؑ جن میں گھر گئے تھے تاریخ میں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے.

لشکر امامؑ میں جو لوگ تھے ان میں اہم نظریاتی اختلاف تھا اور کچھ پست ترین لوگ امامؑ کے لشکر میں شامل ہوگئے تھے یہاں تک کہ نزدیک تھا کہ وہ امامؑ کو خود دشمن کے حوالے کردیں اور جن لوگوں پر امامؑ کو بھروسہ تھا وہی لوگ اپنی جان بچانے کیلئے بھاگ کھڑے ہوئے اور دشمن کے ایماء پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور جن کے مستقبل کے لئے یہ سب کررہے تھے دشمن کے زہریلے پروپگنڈوں کے تحت وہ خود دشمن کے لئے مفید ثابت ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کی طاقت کا پلہ بھاری ہوگیا.

جو دردناک حادثات معاویہ سے جنگ کے دوران امامؑ کو پیش آئے تھے وہ یہ تھے:-

۱۔ عبیداللہ ابن عباس جو لشکر امامؑ کا سپہ سالار تھا اس نے خیانت کی اور

۲/۳ جنگجو سپاہیوں کے ساتھ معاویہ سے جا ملا اس واقعہ کے بعد امامؑ کے بقیہ فوجیوں میں افراتفری پیدا ہوگئی اس عبیداللہ ابن عباس کی خیانت کی وجہ وہ رشوت تھی جو اس نے معاویہ سے حاصل کی تھی۔

۲۔ دو باہمی اختلافات و نظریات جو امامؑ کے سپاہیوں کے درمیان پائے جاتے تھے ان اختلافات نے فوج کو چند حصوں میں اس طرح تقسیم کردیا کہ ایک گروہ صرف مال غنیمت کو حاصل کرنے کے لئے آیا تھا دوسرا گروہ صرف اس کینہ اور بغض کی وجہ سے آیا تھا کہ جو انہیں ذاتی طور پر معاویہ سے تھا لیکن امامؑ یا اہلبیتؑ سے بھی یہ لوگ دل سے راضی نہیں تھے اور ایک بڑی تعداد معاویہ کے طرفداروں کی تھی کہ معاویہ نے ان سے طرح طرح کے وعدے کر رکھے تھے۔

ان تمام چیزوں سے قطع نظر امامؑ کے فوجیوں میں جہاد سے گریز کے تصور نے اپنا قبضہ جمالیا تھا خاص طور پر ان لوگوں میں کہ جو امام کے ساتھ جنگ جمل، صفین، نہروان میں موجود تھے اور ابھی ان کے زخم بھی صحیح طور پر مندمل نہیں ہوئے تھے۔

ان گروہوں کے درمیان ایک گروہ ایسا بھی تھا جس کو واقعاً اہل بیتؑ سے عقیدت تھی لیکن اس گروہ کا اس گروہ منافقین سے تعداد کے کوئی تقابل نہیں تھا جن کی تعداد میں ہر لمحہ اضافہ ہورہا تھا۔

۳۔ معاویہ نے عراق کے با اثر لوگوں کو ہدیہ اور تحفہ تحائف دیکر حضرت

امام حسنؑ کی حمایت سے منحرف کردیا تھا[۱۷] یہ پیسہ اور تحائف دودھارے اسلحے تھے کہ جن کے زریعہ سے ایک طرف تو طاقت کا پلہ معاویہ کی طرف جھک گیا لیکن دوسری طرف عراق کے لوگوں کے دلوں میں ایک وحشت بھی بیٹھ گئی لہذا انہوں نے معاویہ کو خط لکھنے شروع کردیے کہ وہ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کیلئے حاضر ہیں اور ساتھ ہی پکا وعدہ کیا کہ جنگ ہونے کی صورت میں امام حسنؑ کو اس کے سامنے دست بستہ لاکر پیش کردینگے[۱۸]۔
امامؑ نے اس نکتہ کی طرف خود بھی اشارہ فرمایا ہے :-

واللہ لو قاتلت معاویۃ لاخذوا بعنقی حتی یدفعونی الیہ سلماً واللہ لئن اسالمہ وانا عزیز احب الی من ان یقتلنی و انا اسیراً اویمنّ علیّ فتکون سبۃً علی بنی ھاشم[۱۹]۔

خدا کی قسم اگر میں (ایسی حالت میں) معاویہ سے جنگ کرتا تو وہ لوگ میری گردن پکڑ کر مجھے معاویہ کے سامنے پیش کردیتے خدا کی قسم اگر میں اس سے صلح کرلوں تو یہ میری عزت نفس کیلئے بہتر ہے۔ بجائے اس کے کہ میں اس سے جنگ کردوں اور میں اس کے ہاتھوں قتل کیا جاؤں یا اسیر ہوجاؤں اور وہ مجھ پر احسان جتا کر مجھے آزاد کردے اور یہ بنی ہاشم کی شان کے خلاف ہے۔

۴۔ امام حسنؑ کے بیان سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ امامؑ کو لوگوں کی جان کی حفاظت خصوصاً ان لوگوں کی زندگی کا کتنا خیال تھا کہ جو مخلص اور باایمان لوگ تھے امامؑ اس طرح فرماتے ہیں:

ان خشیت ان یجتث المسلمون عن وجہ الارض فاردت ان یکون للدین

داع۔

میں ڈرا کہ کہیں تمام مسلمین اس روی زمین سے مٹ نہ جائیں لہذا میں چاہا کہ دین خدا کی طرف دعوت دینے والے اس دنیامیں باقی رہیں۔

(ب) ما اردت بمصالحتی معاویة الا ان ادفع القتل عنکم،

میں نے جو معاویہ سے صلح کی اس کا مقصد یہ ہے میں تم لوگوں کے کشت و خون سے معاویہ کو روکنا چاہتا ہوں۔

۵۔ دشمن کے پاس لوگوں کا سر جھکانے کے لئے کافی وسائل موجود تھے اور اختلاف کے اسباب نہ ہونے کی صورت میں نظم و اتحاد پایا جاتا تھا جب کہ عراق میں مختلف افکار و خیالات کی صورت میں عوام کئی گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور کمزور پڑ گئے تھے۔

۶۔ شخصیت امام حسنؑ کے بارے میں جیسا کہ ہم پہلے ہی جان چکے ہیں کہ امامؑ قرآن کی رو سے کثافت و نجاست سے دور تھے اور حدیث رسولؐ کے مطابق عترت رسولؐ کے ایک جزء تھے لہذا امام حسنؑ اس کے مکر و فریب سے پرہیز کرتے تھے۔

اور وہ روحانی افکار جو انؑ کو خداوندکریم اور شریعت کی طرف سے بصورت الہام حاصل تھے انہیں کی بنیاد پر امام نے یہ لازم سمجھا کہ وہ اختلافات میں نہ الجھیں کہ لوگوں کی جان خطرے میں پڑ جائے در آن حالیکہ اسلامی نقطہ نظر سے کامیابی کے اسباب بھی فراہم نہ تھے لیکن یہ قضیہ معاویہ

کے ساتھ بالکل بر عکس تھا کیونکہ وہ مردم کشی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا اور اس سے اپنی دولت کا ایک سیلاب لوگوں کے سامنے جاری کردیا تاکہ اسلامی معاشرے میں تخت و تاج کا حقدار بن سکے۔

۷۔ جب امامؑ نے لوگوں کو معاویہ کا گرویدہ ہوتے دیکھا تو امام نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ لوگوں پر حقیقت حال واضح کردی جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ جب معاویہ تمام نظام مملکت کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتا اور تمام لوگوں کے امور کا ذمہ دار بن جاتا۔

حضرت علیؑ اور معاویہ کی حکومتوں کے درمیان میں کتنا فرق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اس کی پیروی کرکے اس دردناک حادثہ کو جنم دیا ہے اپنے گناہوں کا بوجھ محسوس کریں وہ حادثہ جس سے لوگ ائمہؑ کی قیادت و رہبری سے محروم ہوگئے اور اس کے خطرناک نتائج نہ صرف ان کی زندگی بلکہ آنے والی نسلوں پر بھی اثر انداز ہوئے یہاں تک کہ آخر کار اسلام ایک تاریخی میراث بن کر کتابوں میں قید ہوگیا

۸۔ کچھ ایسے بھی تھے کہ جو امامؑ کو قتل کرنے کے در پے ہوئے مورخین نے اس کے تین نمونے نقل کئے ہیں [۲۰]:۔

الف۔ امام کو نماز میں ایک شخص نے نشانہ بنایا لیکن امام کو کوئی گزند نہ پہونچا۔

ب۔ نماز کے دوران ایک شخص نے پیچھے سے امامؑ پر خنجر سے حملہ کیا اور

امامؑ کو زخمی کردیا.

ج۔ تیسرا مرحلہ وہ تھا کہ جب امامؑ معجزانہ طور پر بچ گئے واقعہ کچھ یوں تھا کہ کچھ اوباشوں نے امامؑ پر حملہ کردیا ان کے خیمہ لوٹ لیا اور ان کر مصلیٰ قدموں کے نیچے سے کھینچ لے گئے اسی درمیان ایک شخص نے نام "جراح بن سنان اسدی" امامؑ پر ایک بہت ہی باریک تلوار سے حملہ کیا[۲۱] اور امامؑ کی ران پر ایک گہرا زخم لگ گیا اور تلوار کی دھار[۲۲] آپؑ کی ہڈی تک پہونچ گئی، امامؑ اس زخم کی وجہ سے بستر گیر ہوگئے اور مدائن میں اپنے ایک کارگزار سعد بن مسعود ثقفی کے پاس ایک مدت تک زیر علاج رہے.

۹۔ عراقیوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر معاویہ کی طرف سے پروپگنڈہ کیا جانا اس کے جاسوس اور طرفدار تھوڑے تھوڑے وقفہ سے عوام میں ایسی افواہیں پھیلاتے تھے جن سے پست افراد متاثر ہوجاتے تھے اور وہ انھیں اپنی طرف مائل کرلیتے تھے جس کے چند نمونہ ہم پیش کرتے ہیں :-

الف:- امام حسنؑ کی معاویہ کے ساتھ خط و کتابت کی افواہ کہ امامؑ معاویہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں.

ب:- یہ افواہ کہ قیس بن سعد معاویہ سے جاملے ہیں اور اس پروپگنڈہ سے غلط فائدہ اٹھانا.

ج:- سب سے زیادہ اس خبر کو اچھالا گیا کہ جس روز معاویہ کی طرف سے چند لوگ امامؑ کی خدمت میں مذاکرات کی غرض سے آئے جو صلح کے سلسلے

میں مذاکرات کرنا چاہتے تھے اور امامؑ نے معاویہ کی پیشکشوں کو مسترد کردیا تو اس گروہ نے جو مذاکرات کی غرض سے آیا تھا لوگوں کے درمیان یہ خبر پھیلادی کہ امامؑ نے معاویہ کی صلح کی خواہش کو قبول کرلیا ہے اور خداوند کریم نے اس کے ذریعہ سے خونریزی نہیں ہونے دی۔

امامؑ کے خلاف کچھ اوباشوں کے ذریعہ پھیلائی گئی اس افواہ نے بڑا کام کیا لوگوں نے امامؑ کے خیمہ پر حملہ کردیا اور ان کی بے حرمتی کی اور اس عمل کے ذریعے اس خود ساختہ صلح کی مذمت کی جب کہ خود بھی جنگ و دفاع کے منھ پھیرے ہوئے تھے۔

۱۰۔ امامؑ کے صلح کو قبول کرنے سے پہلے معاویہ کی طرف اس کے بھرپور پروپگنڈہ ہوا جسے کمزور اور پست حوصلہ افراد نے توجہ کی نظر سے دیکھا۔ پہلے معاویہ کے طرفداروں نے اس پیشکش کا استقبال کیا اور اسے شائع کیا اس کے بعد امامؑ کی اکثر فوج اس فکر کے آگے تسلیم ہوگئی ناچار امامؑ کو بھی اسے ایک تلخ حقیقت کی صورت میں قبول کرنا پڑا۔

۱۱۔ امامؑ نے تمام لوگوں کو خواہ وہ معاویہ کے طرفدار ہوں یا ان کے حامی سب کو پوری طرح غفلت و بے توجہی اور موجودہ گمراہی کا شکار پایا اور یہ جان لیا کہ یہ لوگ حق کو ثابت کرنے اور باطل کو مٹانے کےلئے زبان نہ کھولیں گے لہذا اس پر آمادہ ہوئے کہ فتنہ پرور افراد کی قلعی کھول دیں اور حق سے ان کی ثابت کردیں۔ یہ بتادیں کہ وہ لوگ خود اپنے عہد و پیمان کے

بھی وفادار نہیں ہیں اور اپنے تخت و تاج اور طاقت بچانے کی فکر میں ہیں اور جیسے بھی ہو اسے محفوظ رکھیں گے انھیں لوگوں کی سرنوشت اور اسلامی قوانین کا کوئی پاس نہیں ہے یہ بات بھی واضح ہوجائے کہ یہ حکومت کہاں پلٹ رہی ہے ساتھ وہ حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کے انقلاب کے لئے بھی زمین ہموار کررہے تھے۔

یہ وہ اہم دلائل و اسباب تھے جنھوں نے امامؑ کو مجبور کیا کہ اس صلح کو قبول کریں کیا ان حالات میں جو امامؑ کو پیش آئے کوئی دوسرا حاکم و رہبر اس کے اس کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرتا؟

جیسا کہ آپ نے دیکھا ان حالات میں جنگ ایک طرح کی دیوانگی شمار ہوتی اور کوئی معمولی انسان بھی اسے اختیار نہ کرتا چہ جائیکہ امام حسن بن علیؑ جیسی شخصیت شاید کوئی یہ کہے کہ امام حق کی راہ میں اپنی جان کی بازی لگادیتے لیکن اس پر توجہ رکھنا چاہئے کہ اگر امام جنگ شروع کرتے تو خود اور ان کے قریبی افراد قتل ہوجاتے اور بنی امیہ کی منحرف سیاست اپنی اصلی سیاست یعنی ہمیشہ کے لئے اسلام کو ختم کردینے کا مقصد حاصل کرلیتی اور اس کے بعد حق و باطل کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہ جاتا اور یہ بات لوگ نہیں سمجھ رہے تھے۔ اور جیسا کہ ایک عرصہ کے بعد سمجھے کہ کس گروہ کے زیر تسلط آگئے ہیں۔

ہدایت اور اظہار حقیقت سے امام کے انتہائی لگاؤ نے انہیں آمادہ کیا کہ صلح کی قرارداد پر دستخط کردیں اور اس کے بعد بعد بقیہ زندگی اپنا اصل کام

یعنی شریعت محمدیؐ کے احکام کی نشر و اشاعت بخوبی انجام دیں بہتر ہے کہ اس حصہ میں صلح نامہ کی ان اہم دفعات کو بھی ذکر کیا جائے جس پر امام زیادہ تاکید کرتے تھے۔

۱۔ معاویہ اس شرط مسلمانوں کے تمام سماجی امور کا ذمہ دار ہے کہ وہ خود کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کا پابند قرار دے۔

۲۔ معاویہ کے بعد حکومت کی باگڈور امام حسنؑ سنبھال لیں گے اور اگر اس وقت تک امام حسنؑ رحلت کرجائیں توامام حسینؑ ان کےجانشین ہوں گے۔

۳۔ لوگوں کو امن و آزادی بخشی جائے چاہے وہ عرب ہوں یا غیر عرب، شامی ہوں یا عراقی اور کسی کو ماضی میں بنی امیہ کے خلاف رہنے کی بنا پر سزا نہ دی جائے۔

یہ وہ اہم ترین دفعات تھیں جن پر دونوں کو اتفاق تھا اور جیسا کہ ہر ہوشیار قاری پر واضح ہے کہ اس صلح نے امت اسلام اور اس کی عظیم قیادت کی بہتری کی راہ میں ہمایاں تاثیر دکھائی۔

یہ صلح آخری حد تک وہ سعی و کوشش بھی جسے امامؑ اسلامی امت کے لئے انجام دے سکتے تھے اور اگر اس سے مفید کوئی کام ہوتا تو اس بجا لانے میں بھی ایک لحمہ سستی نہ کرتے شاید اس صلح پر اعتراض کرنے والے کو امامؑ نے جو جواب دیئے ہیں وہ مسلمانوں کی زندگی میں اس صلح کی اہمیت پر

بہترین دلیل قرار پائے جب بشیر ہمدانی اس صلح کی وجہ سے امامؑ کو ملامت کرتا ہے تو امام اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

لست مذلاً للمؤمنین و لکنی معزھم ما اردت بمصالحتی، الا ان ادفع عنکم القتل عند ما رایت تباطؤا اصحابی و نکولھم عن القتال.

میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں بلکہ انھیں عزت بخشنے والا ہوں صلح سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تم لوگوں کی جان بچ جائے. جب میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی جنگ سے دلسرد اور بے توجہ ہیں اور صلح پر اعتراض کرنے والا خود جنگ سے گریز کرنے والوں میں پہلا ہے.

ایک دوسری جگہ اس صلح سے متعلق مالک بن ضمرہ سے فرماتے ہیں:

انی خشیت ان یجتث المسلمون عن وجہ الارض، فاردت ان یکون للدین داعٍ، میں ڈرا کہ مسلمان روئے زمین سے محو نہ کردیے جائیں لہذا میں نے چاہا کہ خدا کے دین کی طرف دعوت دینے والا کوئی باقی تو رہے.

ایک جگہ ابو سعید سے یوں فرماتے ہیں:

یا ابا سعید علۃ مصالحتی لمعاویہ، علۃ مصالحۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لبنی ضمرہ و بنی اشجع، و لاھل مکۃ حین انصرف من الحدیبیۃ[۲۳].

اے ابو سعید معاویہ سے میری صلح کا سبب وہی ہے جو پیغمبر اکرمؐ کا بنی ضمرہ، بنی اشجع اور حدیبیہ میں اہل مکہ سے صلح کا سبب ہے.

امام محمد باقرؑ اس صلح کی اہمیت اور اسلامی معاشرہ پر اس کے مثبت آثار و

نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و الله الذی صنعة الحسن بن علی علیه السلام کان خیراً لهذه الامة مما طلعت علیه الشمس (۲۴)

خدا کی قسم جو کچھ امام حسن بن علیؑ نے انجام دیا وہ امت کے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج اپنی روشنی ڈالتا ہے۔

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ایک دور اندیش اور عقلمند ہادی و رہبر موجود واقعیت کے ساتھ ساتھ فیصلہ کرتے وقت اس کے اطراف و جوانب پر بھی غور کرتا ہے جس سے اس کے بہت سے ہمعصر محروم رہتے ہیں یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد بات واضح ہوتی ہے یہی واقعہ امام حسنؑ اور ان کی صلح کے ساتھ بھی پیش آیا۔

صلح کے بعد کا مرحلہ

صلح کی قرار داد پر دستخط کرنے کے بعد ایک مختصر مدت تک امامؑ کوفہ میں رہے۔ درد و رنج آپ کے قلب مبارک کو نچوڑے ڈال رہا تھا پھر آپ مدینہ رسولؐ کی طرف روانہ ہوگئے جب امام کوفہ سے روانہ ہوئے تو تمام اہل کوفہ آپ کو رخصت کرنے آیا وہ آپ کے جانے سے رو رہے تھےاور سب پر غم و اندوہ طاری تھا اور کیوں نہ روتے جب کہ امام حسنؑ اور اہل بیت عصمت و طہارت کے کوفہ سے جانے کے بعد ذلت و رسوائی شہر کوفہ پر طاری ہوگئی اور فتنہ جو افراد ان پر مسلط ہوگئے۔

اب یہ معاویہ تھا جو خلافت و رہبری کو کوفہ سے دمشق منتقل کر رہا تھا اموی فوجیں شہر میں داخل ہو رہی تھیں اور اپنا تسلط مضبوط کر رہی تھیں۔ دل میں خوف بٹھا رہی تھیں رعب و وحشت پیدا کر رہی تھیں جو ان سے مل جاتا اسے رشوت دی جاتی اور جو مخالفت کرتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔

امام حسنؑ کا قافلہ حزن و اندوہ کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوا اور امام اپنے

دوستوں سے جنہوں نے پوری دلیری کے ساتھ آپ کی مدد اور نصرت کی رخصت ہورہے تھے امام کے جانے کے بعد آپ کے دوستدار ، دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور مختلف طریقوں سے بکھیر دیئے گئے...... کیونکہ اموی حکام نے شیعوں کی گرفتاری فوراً ہی شروع کردی تھی۔

جب امامؑ کا فاصلہ مدینہ کے نزدیک پہنچا تو لوگ خوشی خوشی امامؑ اور اہل بیتؑ کے استقبال کو آئے کیونکہ امام کے آنے سے شہرمیں خیر و برکت آئی تھی..... امامؑ نے مدینہ میں قیام کے فوراً بعد ایک نئے طریقہ سے الہیٰ ہدایت کا کام شروع کیا۔ کل تک مسلمانوں کی قیادت ان کے ہاتھوں میں تھی تو امت کے امور کی دیکھ بھال اور اسلامی معاشرہ کے مستقبل پر توجہ دیتے تھے اور امت کی کشتی کو سعادت و صلاح کے ساحل کی طرف لے جارہے تھے لیکن صلح کے بعد آپؑ نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا.... اور ایک درسگاہ اور عظیم مکتب فکر قائم کرکے اسلامی تفکر کی ترویج کا ایک مرکز بنایا تاکہ اس طرح امت کو صراط مستقیم اور الہیٰ احکام کی طرف ہدایت فرمائیں۔

اس مرکز نے عوام کی فکری سطح بلند کرنے صحیح رخ اختیار کرنے اور اموی طاقتوں کی طرف سے پھیلائی جانے والی گمراہیوں سے لوگوں کو نجات دینے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ عظیم دانشوروں اور راویوں مثلاً حسن مثنیٰ، مسیب ابن نجبہ ،سوید بن عقلہ، شعبی ،اصبغ بن نباتہ ،ابو یحییٰ نخعی ، اسحاق بن یسار وغیرہ کی تربیت کے ذریعہ معاشرہ میں اس مکتب فکری کی تاثیر

بڑھ گئی امامؑ کی اس روش کے ذریعہ گروہ حق کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ...
اس کے علاوہ امامؑ نے ایک دوسری خدمت بھی کی امامؑ لوگوں کو اپنے اخلاق کی اصلاح دین اور سیرت رسول اکرمؐ اور اہل بیتؑ کی صحیح پیروی کی دعوت دیتے تھے اور انھیں تشویق دلاتے تھے کہ ایسے اعمال کو اپنا نصب العین بنائیں جن سے فضائل اور اچھی باتیں رواج پائیں نیز رذائل اور بری باتیں دور ہوں . آپ نے سماجی اصلاحات پر بھی کام کئے مثلاً غریبوں ، مسکینوں اور ضرورتمند افراد کی حاجت روائی اور ان کی دلجوئی (جو کہ آپ کی سیرت کا حصہ ہے) ہم اس سلسلہ میں کئی حدیثیں ذکر کر چکے ہیں.

ان فکری و اخلاقی و تہذیبی مسائل کے علاوہ طبیعی تھا کہ امام حسنؑ مستقبل کے لئے بھی اجتماعی اور سیاسی میدان میں اپنی الہیٰ رسالت و تبلیغ کے لئے منصوبہ سازی فرماتے لہٰذا امامؑ نے اپنی تہذیبی و اجتماعی فلاح کی جد و جہد کے ذریعہ اسلامی معاشرہ میں اپنی الہی ہدایت کے سلسلہ میں اسلامی و علمی لہر پیدا کر کے امت اسلامی کے حق میں ایک بڑا کام کیا.

نتیجہ میں لوگوں پر یہ واضح ہوگیا کہ شرعی امامت اہل بیتؑ کا حق ہے اور اس کے مستحق امام حسنؑ ہیں معاویہ اور ساتھی اس عظیم منصب کے حقدار نہیں ہیں اور ان کی پیروی حقیقی اسلام کی راہ کے ساتھ سازگار نہیں ہے....

امام حسنؑ اور وہ عظیم افراد جو اس مکتب فکر میں پروان چڑھے ایک آگاہ اور سیاسی مسائل سے آشنا اور اموی حکومت کی مخالف امت کو وجود دینے میں

کامیاب ہوئے جو امویوں کی فکر و روش کی مخالفت کرتی رہے اور تاریخ میں نسلاً بعد نسلٍ حریم اسلام کا دفاع اور اس کی حمایت کرے اور اس راہ میں جد وجہد کرتی رہے۔

اموی حکومت اس نئی اسلامی تحریک سے خوفزدہ تھی وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھی اور اس کے نتائج کو تول رہی تھی اسی بنا پر بنی امیہ کے بزرگوں نے معاویہ کی صدارت میں اس تحریک کا جائزہ لینے کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا، جس میں معاویہ کے علاوہ عمرو بن عاص، ولید بن ابی معیط، عتبہ بن ابی سفیان، مغیرۃ بن شعبہ جیسے افراد موجود تھے۔ جو باتیں اس جلسہ میں معاویہ سے کہی گئیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:-

> "حسنؑ نے باپ کی یاد تازہ کردی اور انہیں لوگوں میں عام کردیاہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں جو حکم دیتے ہیں لوگ اسے تسلیم کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں سب ہی ان کے حکم پر گوش بر آواز ہیں یہ چیز اس بات کا سبب ہے کہ وہ بہت اہم ہوتے جارہے ہیں ان کے سلسلہ میں برابر تشویشناک خبریں آرہی ہیں"[۲۵]۔

یہ باتیں مختصر ہونے کے باوجود امام حسنؑ کے اقدامات کے سلسلے میں

اموی گروہ کی سخت نگرانی کا پتا دیتی ہیں۔ یہ تعبیر کہ "سب ان کے حکم پر کان دھرے ہوئے ہیں" اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ امام حسنؑ نے لوگوں کو اس پر آمادہ کر لیا کہ لوگ ان کے پیچھے چلیں۔ انہوں نے لوگوں کی تربیت کی اور ان کے سیاسی و تہذیبی شعور کو بڑھایا اور جد و جہد کا طریقہ سکھایا ہے۔ نیز اسلام کی حقیقت، اس کے قوانین اور اس کی عادلانہ حکومت کی ان لوگوں کے لیے وضاحت کی ہے۔

امام حسنؑ کی تحریک اس منزل کو پہنچ گئی کہ امامؑ، امویوں کے دارالخلافہ دمشق روانہ ہوگئے اور معاویہ سے مذاکرات کیے [۲۶] اور عوام کی مشکلات، حکومت کے بازیچوں، حکام کی دنیا طلبوں اور اسلام کی اصل راہ سے ان کی دوری کا ذکر کچھ اس طرح سے کیا کہ ایک گروہ اہل بیتؑ کی حمایت پر اٹھ کھڑا ہوا۔

امامؑ کی اس نئی تحریک نے جسے آپؑ نے حقیقی اسلام کے تحفظ کے لئے شروع کیا تھا۔ حکومت اموی کے سامنے خطرے کھڑے کر دیے اور انہیں اس پر آمادہ کیا کہ اپنی کینہ و عداوت سے بھری سیاست کے ذریعہ رہبر اسلام، امام حسنؑ کو نابود کر دیں۔ معاویہ اور اس کے حمایتیوں کی نئی چالیں یہ تھیں۔

۱۔ تمام علاقوں میں مؤمن قیادت اور بہت سے افراد منجملہ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں، رشید ہجری، عمرو بن حمق خزاعی وغیرہ کو قتل کرنا... اور اہل بیتؑ کے دوستوں کو اپنے علاقوں میں جہاں بھی ہوں سخت اذیت پہنچانا۔

۲۔ شیعوں پر عام طور سے سختی کرنا، انھیں اذیتیں دینا، دھمکانا، ملک بدر کرنا، وظیفہ بند کرنا، قتل کرنا اور ان کے گھر ویران کرنا.....

۳۔ درباری ملاؤں اور واعظوں کے ذریعہ، سیرت اہل بیت اطہارؑ خصوصاً حضرت علیؑ کی سیرت کو آلودہ اور مشتبہ کرنا، منبروں پر حضرت علیؑ کو سبّ و شتم کرنا، معاویہ اور اس کے طرفداروں کے حق میں حدیثیں جعل کرنا. نیز باطل عقائد بیان کرنا اور انھیں شیعوں سے منسوب کرنا.

۴۔ ان قبائل کے سرداروں اور با اثر افراد کو بڑی بڑی رشوتیں دینا جن کی بغاوت کا خطرہ ہو. مثال کے طور پر مالک بن ہبیرہ سکونی، حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ معاویہ کے رویہ پر اس سے ناراض ہو گیا تھا. اور معاویہ کے خلاف بغاوت کا ارادہ رکھتا تھا. لیکن معاویہ نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم بھیج کر اسے خاموش کر دیا.

اس سلسلہ میں ایک شاعر نے کہا ہے.

فلسان ینتشو کم بالدنانیر یقطع و ضمیر یھزکم بالکراسی یزعزع

ہر وہ زبان جو تمہارے خلاف بولے دیناروں کے ذریعہ کٹ جاتی ہے.

اور جو شخص تمہاری حکومت کو لرزائے، عہدہ و منصب کا وعدہ اسے متزلزل کر دیتا ہے.

۵۔ اس ظالمانہ سیاست کی آخری کڑی یہ تھی کہ امام حسنؑ کو ان کی بیوی "جعدہ بنت اشعث" کے ذریعہ زہر دلایا جائے اور یہ کام انجام دیا گیا. اس

طرح امام حسنؑ نے اپنے پروردگار کی جانب رحلت فرمائی. جبکہ آپؑ اپنے نانا رسول اکرمؐ کے دین کی سربلندی کے لئے جد و جہد میں مصروف تھے. امامؑ کی شہادت بعض روایات کے مطابق ۲۸ صفر، یا ۲۵ ربیع الاول ۵۰ھ میں واقع ہوئی.

حضرتؑ نے وصیت فرمائی کہ مجھے میرے جد بزرگوار حضرت رسول اکرمؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے. لیکن بنی امیّہ اور حاکم مدینہ نے ایسا نہ ہونے دیا[۲۷].

مجبوراً اہل بیتؑ، امام حسنؑ کے جنازے کو بقیع میں لے گئے اور انھیں وہاں ان کی والدۂ گرامی کی قبر کے پہلو میں دفن کیا.

سلام ہو آپؑ پر اے امام، آپ وہ امام مظلوم ہیں جس نے مظلومانہ زندگی بسر کی اور مظلوم اس دنیا سے گئے.

حوالہ جات

۱۔ کتاب اہل بیت، باب امام حسنؑ ابو علم، ص ۲۶۴، ج ۱ ۱۹۷۰ءو کتاب مجالس السنیہ ج۲ محسن امین عاملی۔

۲۔ اس حدیث کو مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم اور ترمذی نے اپنی کتاب صحیح ترمذی میں اور نسائی نے اپنی خصائص میں اور طبری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جس طریقہ سے صحیح مسلم میں ج ۴ نمبر ۲۴۲۴، عائشہؓ سے اس حدیث کو دوسرے الفاظ میں نقل کیا ہے مزید تفصیل کے لئے (فضائل خمسہ فی الصحاح الستہ)میں مراجعہ کیجئے (تالیف فیروز آبادی)

۳۔ آل عمران ۶۱

۴۔ ذخائر العقبی طبری ص ۲۵۔

۵۔ ذخائر العقبی طبری ص ۲۶۔

۶۔ ان صحیح احادیث کو ہم نے الفصول المہمہ ابن صباغ مالکی، اعلام الوریٰ طبرسی، اہل بیت استاد توفیق ابو علم اور المجالس السنیۃ سید محسن امین عاملی سے نقل کیا ہے اور ان کا ذکر دوسری کتب میں وفور سے آیا ہے۔

۷۔ تحف العقول عن آل الرسول میں باب کلمات امام حسنؑ ص ۱۶۶۔

۸۔ اشاعرہ جو جبر محض کے قائل ہیں اور معتزلہ ان کے مقابل میں اختیار تام کے قائل ہیں۔

۹۔ تحف العقول باب امام حسنؑ ج ۵ ص ۱۶۳۔

۱۰۔ تحف العقول ص ۴۳۲۔

۱۱۔ تحف العقول ص ۴۷۹۔

۱۲۔ اعلام الوریٰ از شیخ طوسی ج ۳ ص ۲۰۶، (امام حسنؑ سے مربوط حصہ) منقول از کافی، زندگینامہ امام حسنؑ تالیف قرشی ج ۱ ص ۵۱۵، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۲، ص ۱۵۵ و بحار ج ۴۲ ص ۲۵۰۔

۱۳۔ اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ (امام حسن بن علیؑ کی امامت سے مربوط حصہ سے آگے) اور کتاب "زندگانی حسن بن علیؑ" تالیف قرشی ذرا اختلاف کے ساتھ ج ۲ ص ۳۱۔ ۳۲۔

۱۴۔ زندگانی امام حسن بن علیؑ قرشی ص ۳۳۔

۱۵۔ شوریٰ ۲۳۔

۱۶۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶، ص ۳۸۔ طبع ۱۹۶۳ء

۱۷۔ صلح امام حسن تالیف فضل اللہ ص ۷۶

۱۸۔ ارشاد شیخ مفید در بیان حالات امام حسن ص ۲۰۴۔

۱۹۔ اھل البیتؑ تالیف توفیق ابو علم ص ۳۱۵۔

۲۰۔ زندگانی امام حسنؑ از قرشی ج ۲ ص ۵۔ ۱۰۳ تیسرا ایڈیشن۔

۲۱۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں کہتا ہے کہ باریک تلوار کا عربی میں صحیح ترجمہ "معول" ہے نہ "مغول" ج ۱۶ ص ۴۱۔

۲۲۔ ارشاد شیخ مفید حالات امام حسنؑ ص ۲۰۹۔

۲۳۔ "زندگانی امام حسنؑ" قرشی، ص ۲۸۱۔

۲۴۔ روضۃ الکافی ج ۸ ص ۳۳۰۔

۲۵۔ اہل بیت توفیق ابو علم ۷ ص ۳۴۳۔ منقول از شرح البلاغہ ابن ابی الحدید۔

۲۶۔ کتاب زندگانی امام حسنؑ کی طرف مراجعہ کریں ج۲ ص ۳۰۵ کے بعد تک۔

۲۷۔ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ بقیع میں اپنی والدہ ماجدہ کے مقبرہ میں دفن کئے گئے امامؑ نے وصیت کی تھی کہ ان کو جد بزرگوار رسول خداؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے لیکن مروان بن حکم اس امر سے مانع ہوا اور بنی امیہ گھوڑوں پر سوار اور مسلح ہوکر آگئے اور مروان نے کہا "یارب ھیجا ھی خیر من دعة"
(مراجعہ کریں شرح نہج البلاغہ ج ۱۶ ص ۵۰۔ چاپ ۱۹۶۲ء مصر۔